هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

فاروق

تحریک جدید کا اخبار
قادیان

ایڈیٹر: میر قاسم علی احمدی ا.

شرح چندہ پیشگی
سالانہ [illegible] ششماہی [illegible]
قیمت فی پرچہ ۱/ منیجر: رشید احمد خان.

تاریخہائے اشاعت: ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جلد ۲۴ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۵ شوال ۱۳۵۸ھ مطابق ۷ دسمبر ۱۹۳۹ء | نمبر ۴۴

دارالامان کا ہفتہ

(۱) ۶ دسمبر ۔ سیدنا امیر المؤمنین حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی طبیعت خدا کے فضل سے اچھی ہے الحمدللہ

(۲) سیدۃ النساء حضرت ام المؤمنین مدظلہا العالی کی صحت کامل کے لئے دعا کی جائے۔

(۳) ۲۹ نومبر کو مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے زیر اہتمام وقار عمل کا دن بروز بدھ منایا گیا جس میں تمام بزرگان و خوردان مقیم قادیان نے اپنے ہاتھوں سے مٹی کھود کھود کر ٹوکریاں اُٹھا اُٹھا کر سڑک پر ڈالیں اور بھینی کو ریتی چھلہ سے جانے والی سڑک نصف میل تک ساڑھے دس بجے سے لے کر ۲ بجے بعد دوپہر تک ہموار کر دی

(۴) ۳۰ نومبر کو ایڈیٹر پرنٹر صاحب "الفضل" کے خلاف جو ہتک عزت کا دعوےٰ مُلّا عنایت اللہ احراری کی طرف سے ایک سال سے زائد عرصہ سے دائر تھا۔ اس کا فیصلہ مجسٹریٹ صاحب علاقہ بٹالہ نے سنا دیا۔ ایڈیٹر صاحب "الفضل" پر ۱۵ روپیہ جرمانہ اور پرنٹر صاحب پر ۲۵ روپیہ جرمانہ کر دیا۔ اسکا اپیل عنقریب کیا جائے گا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۷ نومبر ۱۹۳۹ء

فرائض کی کامل ادائیگی نوافل کے بغیر ناممکن ہے

فرمودہ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔ آج لاوڈ سپیکر بھی خراب ہے۔ اور میری طبیعت بھی کچھ اچھی نہیں ہے۔ ممکن ہے۔ میں سب دوستوں تک اپنی آواز نہ پہنچا سکوں۔

اس ہفتہ میں

رمضان کا مبارک مہینہ ختم ہوا ہے۔ اور وہ شب بیداری جو بڑوں میں ہی نہیں۔ بلکہ چھوٹوں میں بھی پائی جاتی تھی۔ اس کے ساتھ ہی اس کا خاتمہ بھی نظر آتا ہے۔ لیکن اگر ہم حقیقت پر نگاہ ڈالیں۔ تو درحقیقت رمضان ہمیں مجرم بنانے کے لئے آتا ہے۔ بہت سے لوگوں کو جب تہجد پڑھنے کے لئے کہا جاتا ہے۔ تو وہ عذر کرتے ہیں۔ کہ ہماری

آنکھ نہیں کھلتی

مگر رمضان میں روزوں کی خاطر ان کی آنکھ کھل ہی جاتی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آنکھ تو کھل سکتی ہے۔ مگر نفل اور فرض کا جو فرق ہے۔ اسی فرق کی وجہ سے لوگوں سے سستی ہو جاتی ہے۔ رمضان کے روزے چونکہ فرض ہیں۔ اسلئے تمام مومن ان دنوں رات کے وقت اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ اور تہجد کی نماز چونکہ

نفل کی حیثیت

رکھتی ہے۔ اس لئے اسکی خاطر بعد میں اُٹھنا انسان پر گراں گزرتا ہے۔ پس رمضان ہماری اس کمزوری کو ظاہر کرنے کے لئے آتا ہے۔ اور اگر وہ ایک طرف ہم سے عبادات کروا کے ہماری بعض اور کمزوریوں کو دور کرتا ہے۔ تو دوسری طرف وہ ہم پر ہمارے نفسوں کی اس کمزوری کو ظاہر کرکے بتاتا ہے۔ کہ ہمارا نفس حکم ماننے کے لئے تو تیار رہے۔ مگر خوشی اور مرضی سے عبادت کرنے کے لئے تیار رہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ فرائض اس قسم کے

جبری احکام

نہیں ہوتے۔ جیسے حکومتوں کے ہوتے ہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حکومتوں کے احکام کی جب کوئی شخص تعمیل نہیں کرتا۔ تو اسی وقت گرفت شروع ہو جاتی ہے۔ مقدمات چلتے ہیں۔ اور بالآخر اسے سزا دے دی جاتی ہے۔ مگر اللہ تعالےٰ کے فرائض ایسے نہیں ہوتے۔ بے شک قیامت کے دن ہر انسان اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے اعمال کے متعلق جوابدہ ہوگا۔ مگر دنیا میں ایسا نہیں ہوتا۔ کہ جب کسی فرض کی ادائیگی میں کسی شخص سے کوئی کوتاہی ہو جائے۔ تو آسمان سے فرشتے اتریں۔ اس کا مقدمہ خدا تعالےٰ کے سامنے پیش ہو۔ اور اس کے جرم کی اسے سزا مل جائے باوجود اس کے کہ اپنے دل میں ایمان رکھنے والا انسان سمجھتا ہے۔ کہ یہ خدا کا فرض ہے۔ کسی کی کوتاہی پر نہ فرشتے اترتے ہیں۔ نہ مقدمے ہوتے ہیں۔ اور نہ سزائیں ملتی ہیں مگر اس کا دل جانتا ہے۔ کہ اگر میں نے خدا تعالےٰ کے کسی مقرر کردہ فرض کو چھوڑا تو میں اسکی نظروں سے گر جاؤں گا۔ اسی لئے جب کسی حکم کے ساتھ فرض کا لفظ آتا ہے۔ تو وہ اسے پورا کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ مگر جب کسی نیکی کے کام کے ساتھ نفل کا لفظ آجائے۔ تو وہ کہتا ہے۔ اس کے بغیر بھی گذارہ ہو سکتا ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ اگر کوئی شخص فرائض کو پوری طرح ادا کر دے۔ تو وہ خدا تعالےٰ کے سامنے **بری الذمہ** ہو جاتا ہے۔ مگر مشکل یہ ہے۔ کہ فرائض کی ادائیگی نوافل کے بغیر پوری ہوتی نہیں۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں ایک دفعہ ایک شخص آیا۔ صحابہ رض کہتے ہیں۔ ہم آپؐ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ ہمیں یوں آواز آنی شروع ہوئی۔ جیسے گنگناہٹ کی ہوتی ہے۔ اور ہمیں محسوس ہوا۔ کہ کوئی شخص آرہا ہے۔ تیز چلنے کی وجہ سے کچھ اس کے کپڑوں میں سے آواز پیدا ہو رہی تھی۔ اور کچھ آہستہ آہستہ وہ بولتا چلا آرہا تھا۔ اور ان دونوں آوازوں نے مل ملا کر ایک شور سا پیدا کیا ہوا تھا۔ وہ کہتے ہیں۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی۔ کہ ایک بدوی تمام صفوں کو چیرتا ہوا آگے آیا۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا۔ پھر اس نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے عرض کیا۔ میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے۔ کہ ہم پانچ وقت نمازیں پڑھا کریں۔ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں اس نے کہا۔ اچھا۔ میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ کہا ہے۔ کہ ہم اپنے مالوں میں سے ہر سال زکوٰۃ نکالا کریں۔ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں۔ وہ کہنے لگا۔ میں آپ کو اللہ تعالےٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ کہ کیا اللہ تعالےٰ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ ہم ہر سال ایک مہینہ کے روزے رکھا کریں۔ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں۔ پھر اس نے کہا۔ میں آپ کو اللہ تعالےٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ کہ کیا اللہ تعالےٰ نے آپ کو یہ کہا ہے۔ کہ ہم

استطاعت پر حج

کیا کریں۔ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں۔ اس پر اس نے کہا۔ میں بھی اللہ تعالےٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ میں یہ تمام حکم بجا لاؤں گا۔ اور ان میں نہ کچھ کمی کروں گا۔ اور نہ ان میں کسی قسم کی زیادتی کروں گا۔ بے شک یہ ایک بدوی کا قول ہے۔ مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکی تصدیق فرما دی اور فرمایا۔ اگر اس نے اپنی اس بات کو پورا کر دیا۔ تو وہ خدا تعالےٰ کے

فضل کا مستحق

ہو جائے گا۔ پس اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اگر کوئی شخص فرائض کو پوری طرح ادا کر دے۔ تو وہ اللہ تعالےٰ کے فضل اور اس کے انعامات کا مستحق ہو جاتا ہے۔ مگر یہ امر کبھی نہیں بھولنا چاہیئے۔ کہ فرائض کی کامل ادائیگی نوافل کے بغیر ناممکن ہے۔ ایک شخص زکوٰۃ دیتا ہے۔ اور اپنی طرف سے پوری احتیاط کے ساتھ دیتا ہے۔ مگر بسا اوقات اس کے

اندازے میں غلطی

ہو جاتی ہے۔ اور اس نسبت سے وہ زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔ جس نسبت سے زکوٰۃ کا ادا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ تو جو شخص اپنی طرف سے زکوٰۃ دینے کی پوری کوشش کرتا ہے۔ اس کے متعلق بھی اس بات کا امکان ہوتا ہے۔ کہ اس کے اندازے میں غلطی رہ جائے۔ اور قیامت کے دن اسے معلوم ہو۔ کہ فرض زکوٰۃ جو اس پر عاید تھی۔ اسکی ادائیگی پورے طور پر نہیں ہوئی۔ بلکہ اس میں کمی رہ گئی ہے۔ یا ایک شخص صرف فرض نماز ادا کرتا ہے۔ اب فرض نمازیں بھی صرف یہ ضروری نہیں ہوتا۔ کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے دو یا تین یا چار رکعات جو مقرر ہیں۔ وہ ادا ہو جائیں۔ بلکہ رکعات کے ساتھ

خلوص اور محبت اور خشیت الٰہی

کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ اور یہ چیزیں بھی فرض نماز کا حصہ ہیں۔ اس سے علیحدہ نہیں اب فرض کرو۔ ایک شخص چار رکعت فرض نماز ادا کر دیتا ہے۔ مگر اس کے خلوص اور اسکی توجہ میں کمی رہ جاتی ہے۔ تو گو وہ یہی سمجھے گا۔ کہ میں نے فرض نماز پوری طرح ادا کر دی۔ مگر قیامت کے دن اسے معلوم ہوگا۔ کہ اسکی فرض نمازوں کی ادائیگی کامل نہیں۔ بلکہ ناقص ہے۔ اسی طرح روزے انسان رکھتا ہی ہے۔ مگر بعض دفعہ کئی قسم کی بے احتیاطیاں بھی ہو جاتی ہیں۔ میں نے ایک گذشتہ خطبہ میں ہی بیان کیا تھا۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ روزہ صرف اس امر کا نام نہیں کہ انسان بھوکا پیاسا رہے۔ بلکہ اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے۔ کہ وہ اپنی زبان اور اپنے تمام جوارح کو قابو میں رکھے۔ اور کوئی ایسی حرکت نہ کرے۔ جو خلافِ شریعت ہو۔ اب فرض کرو۔ ایک شخص روزہ تو رکھ لیتا ہے۔ مگر کسی کو گالی دے دیتا ہے۔ یا کسی سے جھگڑ پڑتا ہے۔ یا کسی کی غیبت سن لیتا ہے۔ یا کسی کا شکوہ کرنے لگ جاتا ہے۔ تو اپنی طرف سے تو وہ یہی سمجھ رہا ہوگا۔ کہ میں نے روزہ رکھا ہے۔ مگر

خدا تعالےٰ کے حضور

اس کا وہ روزہ نہیں ہوگا۔ اب ممکن ہے۔ وہ سمجھتا ہو۔ کہ میں نے رمضان کے مہینہ کے تیس روزے رکھ لئے۔ اور اپنے فرض کو کامل طور پر ادا کر دیا۔ مگر قیامت کے دن جب وہ اللہ تعالےٰ کے حضور پیش ہو۔ تو اسے معلوم ہو۔ کہ کسی سال کے اس کے ۲۹ روزے لکھے ہوئے ہوں۔ کسی سال کے ۲۸ کسی سال کے ۲۷ اور کسی سال کے ۲۶ یہ تو اللہ تعالےٰ کے سامنے حاضر ہوتے ہی شوق سے پوچھے گا۔ کہ میرے روزے کہاں ہیں۔ جو میں نے ہر سال رکھے۔ اور جن میں میں نے ایک کی بھی کمی نہیں آنے دی۔ مگر جب اللہ تعالےٰ اپنا رجسٹر دکھائیگا تو اس میں اس کے کسی سال کے ۲۸ روزے لکھے ہوئے ہوں گے۔ کسی سال کے ۲۷ اور کسی سال کے ۲۶ اور اس طرح کئی مہینوں کے فرض روزوں میں اسے کمی دکھائی دیگی۔ حالانکہ اسکی نجات پورے تیس روزوں پر ہونی تھی۔ اسی طرح ایک شخص حج کرتا ہے۔ مگر اس سے کوئی نہ کوئی کوتاہی ہو جاتی ہے اب اس کا حج تو ہو جاتا ہے۔ مگر وہ حج ناقص ہوتا ہے۔ حالانکہ اس پر جو حج فرض تھا۔ وہ ناقص نہیں تھا۔ بلکہ وہ حج تھا۔ جو تمام شرائط کے ساتھ ادا کیا گیا ہو۔ مگر یہ کوشش کے باوجود تمام شرائط کو پورا نہیں کر سکا۔ اور اس طرح اس کا

حج ناقص ہو گیا

تو چاروں فرائض میں باوجود اپنی طرف سے پوری کوشش کرنے کے کوئی نہ کوئی نقص رہ سکتا ہے۔ اور اس طرح نجات کے لئے انسان کو بعض

اور نیکیوں کی احتیاج

باقی رہتی ہے۔ لیکن اگر خدا تعالےٰ کسی کو توفیق دیتا ہے۔ اور وہ ایک حج کی بجائے دو حج کر لیتا ہے۔ یا کسی کو اللہ تعالےٰ توفیق دیتا ہے۔ اور وہ فرض زکوٰۃ کے علاوہ اور دنوں میں بھی صدقہ و خیرات کرتا رہتا ہے۔ یا فرض نمازوں کے علاوہ وہ تہجد اور دوسرے نوافل بھی ادا کرتا رہتا ہے۔ تو قیامت کے دن جب اس کے فرض اعمال میں کمی واقع ہوگی۔ اللہ تعالےٰ اپنے فرشتوں سے کہے گا۔ کہ اس بندے کا کچھ اور بھی حساب ہمارے ذمہ ہے۔ لاؤ یہ کمی وہاں سے پوری کر دیں۔ فرض زکوٰۃ میں کمی ہوگی۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ ہمارا یہ بندہ صدقہ و خیرات بھی کرتا رہتا تھا۔ اس کمی کو وہاں سے پورا کر دیا جائے۔ فرض روزوں میں کسی قسم کی کوتاہی رہ گئی ہوگی۔ تو اللہ تعالےٰ فرمائے گا۔ ہمارا یہ بندہ فرضی روزے ہی نہیں رکھتا رہا۔ بلکہ

نفلی روزے

بھی رکھتا رہا ہے۔ یہ کمی وہاں سے پوری کر دو۔ حج میں کوئی نقص ہوگا۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ ہمارے اس بندے نے ایک اور حج بھی کیا ہوا ہے۔ وہاں سے اس کمی کو پورا کر دیا جائے۔ غرض اگر یہ نوافل کا شوقین ہوگا۔ تو اس کا حساب بجائے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کم ہونے کے کچھ بڑھ ہی جائے گا۔ اور اس زیادتی کی وجہ سے نہ صرف وہ اپنے حساب کو پورا کر دے گا۔ بلکہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے زائد انعامات کا بھی مستحق ہو جائے گا۔ پھر ہم کو یہ بھی تو دیکھنا چاہیئے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم فرماتے ہیں۔ بندہ نوافل کے ذریعہ ہی خدا تعالےٰ کا قرب حاصل کر سکتا ہے۔ اس کے معنی بھی یہی ہیں۔ کہ

فرائض انسان کو صرف دوزخ سے بچاتے ہیں

اور جو شخص سزا سے بچ جائے۔ اس کے متعلق یہ ضروری نہیں ہوتا۔ کہ وہ خدا تعالیٰ کا مقرب بھی بن سکے۔ سزا سے بچ کر یہ اپنے لئے صرف اتنا حق قائم کر لیتا ہے۔ کہ دوزخ میں نہ پڑے۔ مگر اسے اس بات کا حق نہیں مل جاتا۔ کہ خدا تعالےٰ کی مجلس میں بھی بیٹھ سکے۔ خدا تعالیٰ کی مجلس میں آنے کا حق انسان کو نوافل سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ اور میں تو نہیں سمجھ سکتا۔ کہ کوئی شخص ایسا بھی ہو۔ جو یہ کہے۔ کہ میری

عبادات کی صرف ایک ہی غرض

ہے۔ اور وہ یہ کہ میں جہنم میں نہ جاؤں۔ اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچوں یا نہ پہنچوں۔ مجھے اسکی پرواہ نہیں۔ اگر کوئی شخص ایسا ہو۔ تو اس کے متعلق سوائے اس کے کیا کہا جا سکتا ہے۔ کہ اس کا دل محبت الٰہی سے بالکل خالی ہے۔

تو یہ حدیث بھی بتاتی ہے۔ کہ نوافل انسان کو اللہ تعالےٰ کے قریب لے جانے والی چیز ہیں۔ اور در حقیقت

اعلےٰ روحانی کمالات

انہی سے حاصل ہوتے ہیں۔ فرضوں سے انسان صرف سزا سے بچتا ہے۔

تو رمضان کے ایام میں اللہ تعالےٰ نے ہم پر دو باتیں ظاہر کی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اگر ہم تہجد کے لئے اٹھنا چاہیں۔ تو اٹھ سکتے ہیں۔ دوسری بات جو سوچنے والی ہے۔ یہ ہے۔ کہ آخر بچے بھی تو رمضان میں سحری کے وقت اٹھتے ہیں۔ ہم نے تو دیکھا ہے۔ بچوں کو سختی سے روکنا پڑتا ہے۔ ورنہ وہ روتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ ہم بھی روزہ رکھیں گے۔ اور خواہ انہیں نہ جگایا جائے۔ رمضان میں سحری کے وقت ان کی آنکھ ضرور کھل جاتی ہے۔ پس ہمیں غور کرنا چاہیئے۔ کہ آخر وجہ کیا ہے۔ کہ

دوسرے ایام میں تو بڑوں کی بھی آنکھیں نہیں کھلتیں۔ اور رمضان میں بچوں کی بھی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

اسکی وجہ دراصل یہ ہے۔ کہ رمضان میں کثرت سے لوگ تہجد کے لئے اٹھتے ہیں۔ اور جب کثرت سے لوگ اٹھے ہوئے ہوں تو بچوں اور کمزور لوگوں کی بھی شور سے آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ اور وہ بھی دوسروں کو کثرت سے تہجد پڑھتے دیکھ کر خود تہجد پڑھنے لگ جاتے ہیں۔ اس سے ہمیں معلوم ہوا۔ کہ جب کسی قوم میں کثرت سے نیکی کا کوئی کام ہو رہا ہو۔ تو کمزور لوگوں کو بھی اس نیکی کے کرنے کی تحریک ہو جاتی ہے۔ تہجد کو ہی لے لو۔ رمضان میں چونکہ کثرت سے لوگ تہجد پڑھتے ہیں۔ اسلیئے دوسروں کی بھی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ اور ان پر اٹھنا گراں نہیں گزرتا کیونکہ جب انسان دوسروں کو ویسا ہی کام کرتے دیکھتا ہے۔ تو اسکی طبیعت سے بوجھ اتر جاتا ہے۔ اور وہ بھی شوق سے اس میں حصہ لینے لگ جاتا ہے۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے متعلق آتا ہے۔ کہ ایک دفعہ حضرت ابن عباس جو اس وقت چھوٹے بچے تھے۔ آپؐ کے ہاں سوئے ہوئے تھے۔ آپؐ کو تہجد کے لئے اٹھتے دیکھا۔ تو خود بھی اُٹھ کر تہجد کی نماز میں شامل ہو گئے۔ حضرت ابن عباس کی رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی وفات کے وقت

تیرہ سال کی عمر

تھی۔ اگر آپ کی وفات سے تین چار سال پہلے کا یہ واقعہ سمجھا جائے۔ تو آپ نو دس سال کے اس وقت ہوں گے۔ غرض جب بڑے تہجد کے لئے اٹھتے ہیں۔ اس وقت انہیں اُٹھتے دیکھ کر بچوں کی بھی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ اور وہ بھی ساتھ شامل ہو جاتے ہیں پس

دوسرا سبق

رمضان سے ہمیں یہ ملا۔ کہ اگر تہجد پڑھنے والوں کی کثرت ہو جائے۔ تو کمزوروں کے لئے بھی اس عبادت کا بجا لانا آسان ہو جاتا ہے۔ ہاں جب تہجد پڑھنے والوں کی قلت ہو۔ تو پھر دوسروں کے لئے اٹھنا مشکل ہوتا ہے۔ اور وہ جواب دے دیتے ہیں۔ کہ یہ تو کسی

ہمت والے کا کام

ہے۔ لیکن اگر عام طور پر لوگ تہجد کے لئے اٹھتے ہوں۔ تو پھر یہ نہیں کہتے۔ کہ رات کو اٹھنا کسی ہمت والے کا کام ہے۔ بلکہ اگر کوئی نہ اُٹھے۔ تو وہ کہتا ہے۔ کہ یہ امر میری سستی پر دلالت کرتا ہے۔ اور مجھے اس بات کا احساس ہے۔ کہ مجھے اٹھنا چاہیئے۔

تو رمضان نے ہمیں جو سبق سکھایا ہے۔ ہمیں اس سبق کو یاد رکھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اور نہ صرف تہجد پڑھنے کی عادت ڈالنی چاہیئے۔ بلکہ مختلف اوقات میں نفلی روزے بھی رکھنے چاہئیں۔ اب کی دفعہ تو کچھ نفلی روزے اس مہینہ میں ہی آ گئے ہیں۔ جو میں نے دعاؤں کے لئے مقرر کئے ہیں۔ مگر اس کے علاوہ بھی روزے رکھتے رہنا چاہیئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا یہ طریق تھا۔ کہ آپؐ نفلی روزے رکھتے رہتے تھے۔ اول تو رمضان کے ہی بعض روزے رہ جاتے ہیں۔ جنہیں دوسرے اوقات میں رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ مگر میں نے دیکھا ہے۔

نماز کی پابندی

کا تو لوگ خاص طور پر خیال رکھتے ہیں۔ اور اگر ایک وقت کی نماز رہ جائے۔ تو دوسرے وقت کی نماز کے ساتھ ملا کر پڑھ لیتے ہیں۔ لیکن رمضان کے روزے اگر رہ جائیں۔ تو وہ بہت کم رکھے جاتے ہیں۔ اس طرح بھی ہر انسان کے ذمہ کافی حساب جمع ہوتا رہتا ہے۔ اگر انسان رمضان کے علاوہ بھی روزے رکھتا رہے۔ تو اس قسم کی کمی با آسانی پوری کر سکتا ہے۔ عورتوں کے لئے خصوصاً زیادہ مشکل ہوتی ہے۔ کیونکہ بعض ایام ان پر ایسے آتے ہیں۔ جن میں روزہ رکھنا ان کے لئے جائز نہیں ہوتا۔ بعض دفعہ بیمار ہو جاتی ہیں۔ اور بعض دن گو بظاہر ایام صحت ہوتے ہیں۔ مگر چونکہ روزہ کا مضر اثر ان کی یا ان کے بچہ کی صحت پر پڑنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اس لئے ان دنوں میں وہ روزہ نہیں رکھ سکتیں۔ جیسے ایام حمل ہیں۔ یا رضاعت کے دن ہیں۔ ان دنوں میں روزہ رکھنے سے چونکہ بچہ کی صحت کو نقصان پہنچتا ہے۔ اس لئے شریعت انہیں رخصت دے دیتی ہے۔ مگر بہرحال یہ روزے اور دنوں میں رکھنے ضروری ہوتے ہیں۔ جس کی طرف بہت کم توجہ کی جاتی ہے۔ اگر انسان نفلی روزے رکھنے کا عادی ہو۔ تو پہلے وہ فرض روزے رکھے گا۔ اور

فرض روزوں کی ادائیگی

میں اگر کوئی کمی رہ جائے گی۔ تو اسے نفلی روزے پورا کر دیں گے۔ پس ہمیں رمضان کے بعد نفلی روزوں کی طرف خاص طور پر توجہ کرنی چاہیئے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا یہ طریق تھا۔ کہ آپؐ

ہر جمعرات اور پیر کو روزہ

رکھا کرتے۔ اور حدیثوں سے تو پتہ چلتا ہے۔ کہ بعض ایام میں رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم متواتر نفلی روزے رکھا کرتے تھے۔ اور آپؐ کو دیکھ کر نفلی روزے رکھنے کے متعلق صحابہ رضؓ میں اس قسم کا جوش پیدا ہو گیا۔ کہ ایک صحابی نے یہ عہد کیا۔ کہ میں روزانہ روزہ رکھا کروں گا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو اس بات کا علم ہوا۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ یہ ٹھیک نہیں۔ اس طرح تمہاری صحت کو نقصان پہنچے گا۔ اس نے کہا۔ یا رسول اللہ میرے اندر بہت طاقت ہے۔ اور میں روزانہ روزہ رکھ سکتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا۔ بے شک تم میں اس وقت طاقت ہے۔ مگر طاقت ایک عرصہ تک ہی چلتی ہے۔ ہمیشہ انسان کے اندر ایک جیسی طاقت نہیں رہتی۔ چنانچہ آپؐ نے خود ہی فرمایا۔ اگر

نفلی روزے

رکھنے کی تم میں بہت طاقت ہے۔ تو ہر پیر اور جمعرات کو روزہ رکھ لیا کرو۔ اس نے کہا یا رسول اللہ مجھ میں اس سے بھی زیادہ طاقت ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اچھا ایک دن روزہ رکھا کرو۔ اور ایک دن نہ رکھا کرو۔ یہی صحابی جب بڑی عمر کے ہو گئے۔ تو کہا کرتے تھے۔ کہ کاش میں رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی رخصت سے فائدہ اٹھا لیتا۔ کیونکہ اب روزے رکھنے مجھ پر کمزوری کی وجہ سے گراں گزرتے ہیں۔ مگر چونکہ میں نے خود ہی رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے اس رنگ میں روزے رکھنے کی اجازت حاصل کی تھی۔ اس لئے اب میں چھوڑ نہیں سکتا۔ تو زیادہ سے زیادہ رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی طرف سے جو اجازت ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ ایک دن روزہ رکھا جائے۔ اور ایک دن نہ رکھا جائے۔ اور جو شخص اس طرح روزے رکھے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اسے صائم الدہر یعنی

ہمیشہ روزے رکھنے والا

قرار دیا ہے۔ مگر اس روایت کے یہ معنی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نہیں۔ کہ کبھی نفلی روزے یکے بعد دیگرے رکھنے جائز نہیں۔ یہ اس شخص کے لئے حکم ہے۔ جو ہمیشہ روزے رکھنے چاہے۔ لیکن اگر کوئی شخص ایسا نہ کرتا ہو۔ ہاں کبھی کبھی پندرہ سولہ دن کے اکٹھے روزے رکھ لیتا ہو۔ تو اس کے لئے ان ایام میں روزانہ روزے رکھنا جائز ہے۔ خود رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے عمل سے یہ ثابت ہے۔ کہ آپ بعض دفعہ پندرہ پندرہ بیس بیس دن مسلسل نفلی روزے رکھتے چلے جاتے۔ ہاں یہ جائز نہیں ہوتا۔ کہ بغیر سحری کھائے یا بغیر افطار کئے مسلسل روزے رکھے جائیں۔ مثلاً افطاری تو کی۔ مگر شام کا کھانا نہ کھایا۔ اور سحری کھا کر دوسرا روزہ رکھ لیا۔ یا سحری نہ کھائی۔ اور یونہی روزہ رکھ لیا۔ جسے ہمارے ملک میں آٹھ پہرہ روزہ کہتے ہیں۔ اس قسم کے روزے متواتر رکھنے منع ہیں۔ رمضان کے ایام میں اگر سحری کے وقت کسی کی آنکھ نہیں کھلتی۔ تو اس وقت اس کے لئے روزہ چھوڑنا جائز نہیں۔ وہ بغیر سحری کھائے آٹھ پہرہ روزہ رکھ سکتا ہے۔ کیونکہ وہ فرضی روزے ہیں۔ مگر دوسرے ایام میں سحری کے بغیر نفلی روزے نہیں رکھنے چاہئیں۔ اگر کوئی غریب ہے۔ اور اسے سحری کے وقت کچھ کھانے کو نہیں ملا۔ تو یہ اور بات ہے۔ لیکن اگر کھانا موجود ہو۔ اور پھر وہ سحری کے وقت نہ کھائے۔ تو یہ طریق نفلی روزوں میں جائز نہیں۔ (اسی طرح یہ بھی جائز نہیں۔ کہ صرف افطار پر کفایت کرے۔ اور صبح شام کا کھانا کئی دن تک بند کئے رکھے)

اسی طرح نمازیں ہیں۔ نمازوں میں بھی نوافل کی طرف خاص طور پر توجہ رکھنی چاہیئے۔ چندے بھی بعض فرضی ہوتے ہیں۔ اور بعض نفلی۔ اس میں بھی جماعت کی توجہ نفلی چندوں کی طرف بہت کم ہے۔ بعض تحریکیں ایسی ہوتی ہیں۔ جو میری طرف سے ہوتی ہیں یا مرکز سلسلہ کے دوسرے اداروں کی طرف سے ہوتی ہیں۔ اس قسم کی تحریکیں دراصل

فرضی چندہ کی صورت

رکھتی ہیں۔ مگر یہ کہ کوئی غریب مسکین سامنے آجائے۔ اور اس کی مدد کے طور پر انسان کچھ دے دے۔ یہ نفلی چندہ ہے۔ جس میں حصہ لینا ضروری ہوتا ہے۔ مگر میں نے دیکھا ہے۔ جو فرضی چندے ہیں۔ یا جن چندوں کی تحریک میری طرف سے یا دوسرے مرکزی اداروں کی طرف سے کی جاتی ہے۔ ان میں تو ہماری جماعت کے دوست اچھا حصہ لے لیتے ہیں۔ مگر ایسے چندے جو نفلی ہوتے ہیں۔ مثلاً کوئی غریب اور دکھیا سامنے آگیا۔ اور اس کی حاجت روائی کر دی۔ اس میں بہت کچھ کمی ہے۔ حالانکہ نفلی چندے بھی بہت کچھ انسان کی اصلاح کا موجب ہوتے ہیں۔ اسی طرح حج کا فریضہ ہمارے ملک میں بہت کم لوگ ادا کرتے ہیں۔ اور جو حج پر جاتے ہیں۔ وہ زیادہ تر ایسے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ جس پر حج فرض نہیں ہوتا۔ گویا جن پر حج فرض نہیں۔ وہ تو حج کرنے چلے جاتے ہیں۔ اور جن پر حج فرض ہے۔ ان میں سے بہت کم حج کرنے جاتے ہیں۔ حالانکہ ہمارے ملک میں سات کروڑ مسلمان ہیں۔ اور ان سات کروڑ مسلمانوں میں سے سات آٹھ لاکھ آدمی ہمیشہ ایسا ہوتا ہے۔ جس پر حج فرض ہوتا ہے۔ مگر

حج پر جانے والے بیس پچیس ہزار سے زیادہ نہیں ہوتے

اور ان میں سے بھی اکثر وہ ہوتے ہیں۔ جن پر حج فرض نہیں ہوتا۔ وہ یا تو غریب اور مسکین ہوتے ہیں۔ یا وہ مصیبت زدہ ہوتے ہیں۔ جن کو اپنے چین اور اطمینان کا اور کوئی ذریعہ نہیں ملتا۔ اور وہ چاہتے ہیں۔ کہ حج کر کے ہی اپنے دل کو ٹھنڈک پہنچا لیں۔ مثلاً ایک غریب بیوہ ہے۔ خاوند اس کا مر چکا ہے۔ اور اس کے دل میں دکھ اور درد ہے۔ اب وہ اپنے دل کے دکھ اور درد کو دور کرنے کا ذریعہ یہی دیکھتی ہے۔ کہ حج کر آئے۔ شاید اسی طرح اس کے دل کو سکون نصیب ہو۔ یا کوئی بڈھا ہے۔ اس کی بیوی مر چکی ہے۔ اور اب اس کا دل بھی دنیا سے سرد ہو چکا ہے۔ وہ اٹھتا ہے۔ اور

آخرت کا توشہ جمع کرنے کی نیت سے

حج کے لئے چل پڑتا ہے۔ گویا ان کا حج حج نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کے زخمی دلوں کے لئے ایک مرہم ہوتی ہے۔ وہ دکھیا ہوتے ہیں۔ مصیبتوں اور غموں میں گرفتار ہوتے ہیں۔ انہیں چین اور اطمینان نصیب نہیں ہوتا۔ وہ کہتے ہیں۔ آؤ ہم محمد صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا مولد اور آپ کا آخری مقام جا کر دیکھ آئیں۔ وہاں جا کر ہم دعا کریں گے۔ شاید اللہ تعالیٰ اسی طرح ہمارے دل کو تسلی دیدے۔ اور یا پھر بعض لوگ صرف اسلئے حج کرتے ہیں۔ کہ لوگوں میں وہ حاجی کہلا سکیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک قصہ سنایا کرتے تھے۔ فرماتے تھے۔ ایک حاجی لوگوں کی دعوتیں کرنے کا بہت شوقین تھا۔ مگر محض اپنے حج جتانے کے لئے۔ چنانچہ جب وہ دستر خوان پر بیٹھتا۔ تو نوکر کو آواز دیتا۔ کہ ارے جلدی وہ سلفچی لانا۔ جو میں پہلے حج پر لایا تھا۔ اور دیکھنا آفتابہ وہ لانا جو دوسرے حج پر میں لایا تھا۔ اور دستر خوان یہ تم نے کیا بچھا دیا۔ وہ دستر خوان لاؤ جو تیسرے حج پر میں لایا تھا۔ اسی طرح وہ اپنے سات آٹھ حج گنوا جاتا۔ ایک دفعہ کسی نیک آدمی کی اس نے دعوت کی۔ اور جب کھانا کھانے کے لئے بیٹھا۔ تو اسی طرح اس نے اپنے حج گنانے شروع کر دیئے۔ وہ بزرگ سنکر کہنے لگے۔ میں کھانا تو بہرحال کھا لوں گا۔ آپ اپنے حج کیوں خراب کرتے ہیں۔

تو ایک طبقہ ایسا ہے۔ جو محض حاجی کہلانے کے لئے حج کرنے جاتا ہے۔ ایک طبقہ ایسا ہے۔ جو اپنے

زخمی اور مجروح دلوں پر مرہم رکھنے کے لئے

حج کرنے جاتا ہے۔ ایک طبقہ ایسا ہے۔ جو محبت اور خلوص سے حج کرنے جاتا ہے۔ مگر حج اس پر فرض نہیں ہوتا۔ اس کا حج چاہے ایک دفعہ ہو یا دو دفعہ بہرحال نفلی حج ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ حج اس پر فرض نہیں ہوتا۔ ہاں اپنی اس محبت اور عشق کے جوش میں جو اسے خدا اور اس کے رسول سے ہوتا ہے۔ مکہ مکرمہ کی طرف کھچا چلا جاتا ہے۔ مگر چونکہ حج اس پر فرض نہیں ہوتا۔ اسلئے اس کا حج نفلی حج ہی قرار پاتا ہے۔ یہ ایسا ہی ہے۔ جیسے کسی انسان پر زکوٰۃ فرض نہ ہو۔ اور وہ اپنے مال میں سے زکوٰۃ نکال دے۔ تو اسکی زکوٰۃ

نفلی صدقہ وخیرات

میں شمار ہوگی۔

غرض بہت تھوڑا طبقہ ایسے لوگوں کا ہوتا ہے۔ جن پر حج فرض ہوتا ہو۔ اور وہ اپنے فرض کی ادائیگی کے لئے حج کرنے جاتے ہوں حالانکہ جن پر حج کرنا فرض ہو۔ ان کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ حج کرنے جائیں۔ بلکہ اگر وہ فرضی حج ادا کرنے کے بعد نفل کے طور پر ایک اور حج کر کے اپنے حج کے رکن کو مکمل کر لیں۔ تو یہ اور بھی اچھی بات ہے۔ تاکہ فرض حج میں اگر کچھ کمی رہ گئی ہو۔ تو نفلی حج سے وہ پوری ہو جائے۔

جہاں تک میں سمجھتا ہوں۔ نفلی عبادتوں کا مقام مقام شفاعت ہے۔ شفع کے معنے جفت کے ہوتے ہیں۔ اور جس قدر فرائض ہیں۔ وہ بھی اکیلے انسان کے کام نہیں آسکتے۔ بلکہ ضروری ہوتا ہے۔ کہ ان کے ساتھ نوافل کو ملایا جائے۔ اکیلا فرض حج ایسی چیز نہیں۔ جو انسان کو کامل فائدہ پہنچا سکے۔ جب تک اس فرض حج کے ساتھ کسی نفلی حج کو بھی شامل نہ کیا جائے۔ یہی حال اور فرائض کا ہے۔ پس جس طرح شفاعت میں ایک جوڑ اور اتحاد کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح فرائض کے ساتھ بھی جوڑ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور وہ جوڑ نوافل سے ہوتا ہے۔ پس

نفلی عبادات شفاعت کا رنگ رکھتی ہیں

جیسے رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا۔ کہ قیامت کے دن میری امت میں سے سب سے زیادہ میری شفاعت کا مستحق وہ شخص ہوگا۔ جس نے سچے دل سے لا الہ الا اللہ کہا۔ اب جس نے سچے دل سے لا الہ الا اللہ کہا ہوگا۔ وہ تو پہلے ہی نجات یافتہ ہوگا۔ اس کے لئے کسی شفاعت کی ضرورت کیا ہوگی۔ اس میں بھی درحقیقت اسی بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ انسان خواہ کسی قدر خلوص کے ساتھ عبادات بجا لائے۔ پھر بھی کوئی نہ کوئی کمی رہ جاتی ہے۔ جس کے لئے شفاعت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اصل میں کامل فرد جو اکیلا ہو۔ اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ باقی خواہ فرشتے ہوں۔ خواہ انسان ہوں۔ خواہ اعمال ہوں۔ خواہ اعتقادات ہوں۔ سب جوڑہ کے محتاج ہیں۔ لا الہ الا اللہ بے شک اپنی ذات میں انسان کو نجات دلانے والا ہے۔ مگر پھر بھی کئی قسم کی کمی رہ جاتی ہے۔ اور یہ کمی اسی وقت دور ہو سکتی ہے۔ جب محمد صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی شفاعت اس کے ساتھ شامل ہو جائے۔ بلکہ کلمہ طیبہ میں

لا الہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ کے الفاظ کا اضافہ

اسی شفاعت کے مسئلہ کی طرف اشارہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کرنے کے لئے رکھا گیا ہے۔ بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں۔ اور کہا کرتے ہیں۔ کہ جب لا الٰہ الا اللہ کہہ دیا۔ تو وہی کافی تھا۔ محمد رسول اللہ کی اس کے ساتھ کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ قیامت کے دن سب سے زیادہ میری شفاعت کا مستحق وہ شخص ہوگا۔ جس نے سچے دل سے لا الٰہ الا اللہ کہہ دیا ہو۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی کہتے ہیں۔ میں نے ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا۔ یا رسول اللہ من اسعد الناس لبشفاعتک یوم القیامۃ۔ آپ کی شفاعت سے سب سے زیادہ حصہ لینے کی سعادت قیامت کے دن کون شخص حاصل کرے گا۔ آپؐ نے فرمایا ابوہریرہ رضؓ مجھے پہلے ہی یہ خیال تھا۔ کہ چونکہ تم مجھ سے بہت باتیں دریافت کرتے رہتے ہو۔ اسلئے یہ سوال بھی تم ہی مجھ سے پوچھو گے۔ پھر آپؐ نے فرمایا۔ اے ابوہریرہ رضؓ قیامت کے دن میری شفاعت میں سے سب سے زیادہ وہ شخص حصہ لے گا۔ من قال لا الٰہ الا اللہ۔ جس نے سچے دل سے لا الٰہ الا اللہ کہہ دیا ہو۔ اب ایک طرف تو رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فرماتے ہیں۔ کہ میری شفاعت میں سے سب سے زیادہ وہ شخص حصہ لے گا۔ جو خلوص دل سے لا الٰہ الا اللہ کہے گا۔ اور دوسری طرف آپؐ یہ فرماتے ہیں۔ کہ من قال لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ۔ کہ جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا۔ وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ اب ادھر آپ لا الٰہ الا اللہ کہنے کے ساتھ ہی انسان کو جنت کی بشارت دیتے ہیں۔ اور دوسری طرف آپؐ یہ فرماتے ہیں۔ کہ جو لا الٰہ الا اللہ کہے گا۔ اسے میری شفاعت میں سے حصہ ملے گا۔ یہ بظاہر

دو متضاد باتیں

دکھائی دیتی ہیں۔ مگر دراصل متضاد نہیں۔ اور اس کے معنے درحقیقت یہی ہیں۔ کہ لا الٰہ الا اللہ خلوص دل اور پوری احتیاط کے ساتھ کہنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کے باوجود انسان سے کوئی نہ کوئی غلطی ہو جاتی ہے۔ پس وہ جو اپنی طرف سے عمل کی پوری کوشش کرتا ہے۔ مگر پھر بھی انسانی کمزوریوں کی وجہ سے اس سے کوئی نہ کوئی کوتاہی ہو جاتی ہے۔ اس کے لئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم شفاعت فرمائیں گے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے کلمہ طیبہ میں لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ رکھا۔ یہ بتانے اور واضح کرنے کے لئے کہ تم لا الٰہ الا اللہ تو کہہ رہے ہو۔ اور اس کے مطابق عمل کرنے کی بھی کوشش کرو گے۔ مگر یاد رکھو۔ تم سے پھر بھی کوئی نہ کوئی کوتاہی ضرور ہو جائے گی۔ اس لئے ہم تمہیں بتا دیتے ہیں کہ تم اس کے ساتھ

محمد رسول اللہ کو بھی یاد رکھنا

کیونکہ وہی ہیں۔ جو تمہاری اس قسم کی کمی کو اپنی شفاعت سے پورا کر دیں گے۔ پس جس نے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہا۔ وہی ہے۔ جو نجات پانے کا مستحق ہے۔ بیشک اپنی ذات میں لا الٰہ الا اللہ بھی کافی ہے۔ مگر کافی چیز میں بھی کوئی نہ کوئی نقص رہ جاتا ہے۔ پس پوری نیت۔ پورے اخلاص۔ پوری کوشش اور پوری سعی کے بعد جو نقص رہ جائیں گے۔ ان کے دفعیہ کے لئے محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حضور شفاعت کریں گے۔ اور کہیں گے یا اللہ یہ مجھ سے ملتا جلتا ہے۔ صرف تھوڑی سی اس میں کمی ہے۔ تو میری دعا اور التجا کی برکت سے اس کمی کو پورا فرما دے۔ گویا شفاعت کیا ہے۔ وہی وعدہ ہے۔ جو اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں کیا۔ کہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ اگر تم اللہ تعالےٰ سے محبت کرنا چاہتے ہو۔ اور اس کا قرب حاصل کرنے کے خواہاں ہو۔ تو میری اتباع کرو۔ جب کوئی میری اتباع کرے گا۔ تو خدا کہے گا۔ یہ بھی

میرے محمدؐ جیسا

ہے۔ آؤ اسے بھی میں اپنی گود میں بٹھا لوں پس اگر تم میری اتباع کرو گے۔ تو یحببکم اللہ خدا تم سے محبت کرنے لگ جائے گا۔ اور وہ کہے گا۔ کہ اس کی شکل بھی میرے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شکل کے مشابہ ہے۔ جیسے اگر اپنے بچہ کی شکل سے کسی اور بچے کی شکل ملتی جلتی ہو۔ تو انسان اسے پیار کرنے لگ جاتا ہے۔ اسی طرح خدا اس شخص سے پیار کرنے لگ جاتا ہے۔ جس کی روحانی شکل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شکل سے ملتی جلتی ہو۔

میرے بچپن کے زمانہ کا ایک واقعہ

ہے۔ جو نقش فی الحجر کی طرح میرے دماغ میں محفوظ ہے۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا ایک لڑکا ایک دفعہ فوت ہو گیا۔ یہ عبد الحی مرحوم رضؓ سے پہلے کی بات ہے۔ مجھے اب اس وقت صحیح طور پر یاد نہیں۔ کہ وہ آپ کا لڑکا تھا یا نواسہ۔ بہرحال وہ آپ کے گھر کا ہی کوئی بچہ تھا۔ ہمارے گھر سے والدہ وغیرہ بھی ادھر گئیں۔ ان دنوں ہمارے گھر میں ایک ملازمہ تھی۔ جس نے مجھے دودھ بھی پلایا تھا۔ وہ ملازمہ والدہ کے ساتھ ہی تھی۔ جب حضرت خلیفہ اول رضؓ کے مکان پر وہ پہنچی۔ تو وہ ملازمہ اتنا روئی اتنا روئی۔ کہ گھر والوں کو بھی بچہ کی وفات پر اتنا رونا نہ آیا تھا۔ اس کی ہچکی بندھ گئی۔ اور رونا ختم ہونے میں ہی نہ آتا تھا۔ سب کو تعجب ہوا کہ یہ کیوں اس قدر رو رہی ہے۔ مگر کسی کی سمجھ میں یہ راز نہ آتا تھا۔ آخر والدہ صاحبہ نے اس سے پوچھا۔ کہ تم اتنا کیوں رو رہی ہو۔ ضرور اس میں کوئی بھید ہے۔ پہلے تو اس نے نہ بتایا۔ مگر جب انہوں نے زیادہ اصرار کیا۔ تو وہ کہنے لگی۔ کہ اصل بات یہ ہے۔ کہ جب بچے کا جنازہ نکلا۔ اور اس کے ساتھ میں نے

پیر منظور محمدؐ صاحب

کو دیکھا۔ تو ان کو دیکھ کر مجھے اپنا ایک بھائی یاد آ گیا۔ جو عین جوانی کے عالم میں وفات پا چکا تھا۔ وہ کشمیرن تھی۔ اور اس کا بھائی بھی نہایت مضبوط جوان اور گورے رنگ کا تھا۔ اور پیر منظور محمدؐ صاحب بھی اپنی جوانی کے عالم میں بہت مضبوط جسم کے تھے۔ اور ان کا رنگ بھی خوب گورا تھا۔ پس انہیں دیکھ کر اس ملازمہ کو اپنا بھائی یاد آ گیا۔ اور اس وجہ سے وہ خوب روئی۔ تو مشابہت بھی انسان کی توجہ اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ بلکہ شکل کی مشابہت تو الگ رہی

جنس کی مشابہت

بھی بعض دفعہ اپنی توجہ کھینچے بغیر نہیں رہتی آدمی سے آدمی یاد آ جاتا ہے۔ اور بچے سے بچہ۔ چاہے ان دونوں کی شکل کی آپس میں کوئی نسبت ہی نہ ہو۔ بدر کی جنگ میں ایک عورت دیوانہ وار ادھر ادھر دوڑ رہی تھی۔ اور جہاں کہیں اسے کوئی بچہ نظر آتا اسے اٹھاتی۔ گلے سے چمٹاتی اور پیار کر کے چھوڑ دیتی۔ اور دیوانہ وار پھر دوڑ پڑتی۔ پھر کوئی اور بچہ نظر آتا۔ تو اسے سینہ سے چمٹاتی پیار کرتی۔ اور اسے وہیں چھوڑ کر پھر آگے دوڑ پڑتی۔ یہاں تک کہ آخر اسے ایک بچہ ملا۔ اس نے اس بچہ کو اٹھایا۔ سینہ سے لگایا۔ اور پھر اسے گود میں لے کر میدان جنگ میں ہی بیٹھ گئی۔ اور اس کا تمام کرب اور اضطراب جاتا رہا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا۔ تم نے اس عورت کو دیکھا۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ دیکھا۔ آپؐ نے فرمایا۔ تم نے دیکھا۔ کس طرح یہ مجنونانہ طور پر ادھر ادھر پھر رہی تھی۔ جہاں اسے کوئی بچہ نظر آتا۔ اسے اٹھاتی۔ پیار کرتی۔ اور پھر ایک دیوانگی اور جنون کی حالت میں دوڑ پڑتی۔ مگر جب اسکو اپنا بچہ مل گیا۔ تو اس کا

تمام کرب و اضطراب جاتا رہا

اور وہ آرام سے اسے گود میں لے کر بیٹھ گئی۔ پھر آپؐ نے فرمایا۔ جس طرح یہ عورت اپنے بچہ کی تلاش میں مجنونانہ طور پر پھر رہی تھی۔ اور اپنے بچہ کے لئے مضطرب اور بےتاب تھی۔ اسی طرح

خدا بھی اپنے گمراہ بندے کے لئے بےتاب ہوتا ہے

اور جب وہ بندہ توبہ کر کے اس کے حضور حاضر ہوتا ہے۔ تو اسے ایسی ہی راحت حاصل ہوتی ہے۔ جیسی اس عورت کو اپنا بچہ پا کر حاصل ہوئی۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر

تو مشابہتیں بلکہ بعض دفعہ ناقص مشابہتیں بھی انسان کی توجہ اپنی طرف کھینچ لیتی ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت کو اپنے بچہ کی تلاش میں جب مجنونانہ وار ادھر ادھر دوڑتے دیکھا۔ تو آپ کو یہ نظارہ دیکھ کر وہ نظارہ یاد آ گیا۔ جو گنہگار بندہ کے توبہ کرنے پر عالم بالا میں رونما ہوتا ہے۔ اور یہ ناقص مشابہت آپؐ کے ذہن کو اس واقعہ کی طرف کھینچ کر لے گئی۔

تو جو شخص رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کرے گا۔ اور آپؐ کا نقش اپنے اندر پیدا کرے گا۔ قیامت کے دن وہ کیوں خدا کو پیارا نہیں ہوگا۔ اور کیوں وہ رسول کریم

Digitized by Khilafat Library Rabwah

صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو محبوب نہیں ہوگا۔ اور شفاعت کے معنے بھی یہی ہیں۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کریں گے۔ کہ یا اللہ یہ بھی میرے ساتھ ملتا ہے۔ یا اللہ وہ بھی میرے ساتھ ملتا ہے۔ اور جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ملتا جلتا ہوگا۔ یہ ناممکن ہے۔ کہ خدا اس سے محبت نہ کرے۔ تو

اعمال میں کمال

پیدا کرنے کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ کہ انسان نوافل ادا کرے۔ تاکہ اسکی جو کوتاہیاں ہیں۔ وہ دور ہوجائیں۔ اور جو زائد نیکیاں ہوں۔ وہ اسے اللہ تعالےٰ کے اور زیادہ انعامات کا مستحق بنادیں۔

درحقیقت اللہ تعالےٰ کی ذات فرض سے مشابہت رکھتی ہے۔ اور محمد صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات نفل سے ہے۔ جس طرح فرضوں کے ساتھ نوافل کا ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ کہنا بھی ضروری ہے۔ اور جس طرح نوافل کے بغیر اللہ تعالےٰ کا قرب حاصل نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح کوئی شخص اس وقت تک اللہ تعالےٰ کا محبوب نہیں بن سکتا۔ جب تک وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کامل اطاعت نہ کرے۔

یہ سبق ہے۔ جو ہماری جماعت کو نہ صرف رمضان میں بلکہ رمضان کے بعد بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ مگر بہت لوگ ایسے ہیں۔ جو عید کے دن ہی سبق اسکو بھول جاتے ہیں۔ وہ رمضان میں روزے رکھیں گے۔ تہجد پڑھیں گے۔ تلاوت قرآن کریم کریں گے۔ ذکر الٰہی اور دعاؤں پر زور دیں گے۔ مگر جونہی عید آئیگی۔

وہ نیکی کے اس جُبّہ کو اتار کر رکھ دیں گے

اور کہیں گے۔ اب یہ جُبّہ اگلے سال رمضان میں پہن لیں گے۔ جس طرح غریب لوگ اپنے بعض اچھے کپڑے سنبھال کر رکھ لیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ ان کپڑوں کو ہم عید یا شادی بیاہ کے موقع پر پہنیں گے۔ اسی طرح وہ عبادت کا جُبّہ رمضان میں تو پہنے رہتے ہیں۔ مگر جونہی عید کا دن آتا ہے۔ اس جبہ کو اتار دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ اب یہ جُبّہ اگلے رمضان کو پہنیں گے۔ حالانکہ

عبادات کا جُبّہ رکھنے کے لئے نہیں بلکہ پہننے کے لئے ہوتا ہے

باقی تمام کپڑے پہننے سے رفتہ رفتہ پھٹ جاتے ہیں۔ مگر یہ وہ جبہ ہے۔ کہ اسے جتنا زیادہ پہنیں۔ اتنی ہی زیادہ اس میں صفائی پیدا ہوتی ہے۔ پس بجائے اس کے کہ عید کے دن ہی اس جُبّہ کو اتار دیا جائے۔ کوشش کی جائے۔ کہ یہ جبہ تمہارے جسم سے نہ اترے۔ کیونکہ جتنا زیادہ یہ تمہارے تن پر رہے گا۔ اتنی ہی زیادہ اس میں صفائی پیدا ہوگی۔

میں امید کرتا ہوں۔ کہ اس رمضان سے ہماری جماعت کے دوست یہ فائدہ اٹھائیں گے۔ اور کوشش کریں گے۔ کہ نفلی عبادات کا جو خدا تعالیٰ نے انہیں موقع دیا تھا۔ اسے ضائع نہیں کریں گے۔ بلکہ ہمیشہ اس سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے۔ تاکہ اگلا رمضان پہلے سے بھی بہتر حالت میں آئے۔ اور درمیانی نوافل ان کی تمام قسم کی کوتاہیوں اور کمیوں کو پورا کردیں۔ خواہ وہ نماز کی قسم میں سے ہوں۔ یا زکوٰۃ کی قسم میں سے ہوں۔ یا روزوں کی قسم میں سے ہوں۔ یا حج کی قسم میں سے ہوں۔ جب وہ ایسا کریں گے۔ تو چونکہ وہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مشابہ ہوجائیں گے اسلیئے

وہ شفاعت کے مستحق ہوں گے

اور انہی کا کہا ہؤا لا الٰہ الا اللہ حقیقی معنوں میں لا الٰہ الا اللہ ہوگا

احراری اخبار ”زمزم“ اور ہم

اخبارات سلسلہ عالیہ احمدیہ میں خطبات کی صورت میں جب کبھی حقائق و معارف کی بارش برستی ہے۔ تو احراری اخبار ”زمزم“ نعل در آتش ہوکر جو منہ میں آتا ہے۔ قلم کی زبان سے گھسیٹتا چلا جاتا ہے۔ اور ایڈیٹر زمزم اپنی کوڑ مغزی کا ایک دلچسپ منظر دکھا دیتا ہے۔

چند دن ہوئے۔ مولانا شیر علی صاحب نے جمعہ کے ایک خطبہ میں فرمایا۔ کہ رمضان کا مہینہ بہت بابرکت ہے۔ اس مہینے میں اللہ تعالےٰ کی خوب عبادت کرنی چاہیئے۔ اور اپنے گناہوں کی معافی کے لئے استغفار پر زور دینا چاہیئے۔ بعض دفعہ انسان معمولی گناہ کی وجہ سے ایک بڑی نیکی سے محروم ہوجاتا ہے۔ چنانچہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ فرماتے تھے۔ کہ مولوی سید نذیر حسین صاحب دہلوی نے ساری عمر حدیث کا درس دیا۔ مگر انہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قبول کرنے کی توفیق نہ ملی۔ اسکی کیا وجہ تھی؟ میں نے سوچا۔ تو معلوم ہؤا۔ کہ وہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی سخت ہتک کیا کرتے تھے۔

اس پر اخبار زمزم لکھتا ہے۔ کہ ”یہ سید نذیر حسین صاحب پر اتہام ہے۔ ان کے دل میں تو حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا بہت احترام تھا۔ اگر حضرت محدث دہلوی کو قادیانی مذہب کو قبول کرنے کی اسلیئے توفیق نہیں ملی۔ کہ وہ حضرت امام اعظم کی ہتک کرتے تھے۔ تو ہندوستان کے کروڑوں مسلمان جو حنفی المذہب ہیں۔ ان کو مرزائی بننے کی توفیق کیوں نہ ملی؟ خلیفہ صاحب کی منطق کا نتیجہ تو یہ نکلنا چاہیئے تھا۔ کہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ دیوبند کے تمام اساتذہ کرام جنہوں نے ساری عمریں درس حدیث میں گذار دیں وہ سب امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا احترام کرنے کی وجہ سے قادیانی ہوجاتے۔ مگر وہ تو قادیانی ضلالت کے لئے شہاب ثاقب بنے ہوئے ہیں۔ یہ ہے دروغگوئی اور اتہام کی سزا کہ ساری قادیانی منطق کرکری ہوگئی۔“ (زمزم مورخہ ۲۳ نومبر)

ماشاء اللہ طرز تحریر سے خاصی آدمیت عیاں ہے۔ کہنے کو تو کہدیا۔ کہ سید نذیر حسین شیخ الکل کے دل میں حضرت امام اعظم رح کا احترام تھا۔ مگر ان کی تصنیفات سے کوئی حوالہ نہیں دیا۔ جس سے اس دعویٰ کی تائید ہوتی۔ مگر خیر ہم کو اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ ہمارا مقصد تو صرف اتنا ہے۔ کہ زمزم نے جو نتیجہ نکالا ہے۔ وہ اسکی کور باطنی کا ثبوت ہے۔ کیونکہ اگر یہ نتیجہ صحیح ہے۔ تو بتاؤ۔ کہ یہود نامسعود کو جو حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان لانے کی توفیق نہ ملی تو کیا اسکی بڑی وجہ یہ نہ تھی۔ کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سخت ہتک و توہین کیا کرتے تھے۔ اور اب تک برابر کرتے ہیں۔ اس پر اگر کوئی یہودی احرار کا ہم زبان ہوکر یہ کہے۔ کہ اس کا نتیجہ تو یہ نکلنا چاہیئے تھا۔ کہ دنیا کے تمام عیسائی حضرت عیسیٰ ؑ کا حد سے زیادہ احترام کرنے کی وجہ سے مسلمان ہوجاتے۔ لیکن وہ تو مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن بنے ہوئے ہیں۔ اور آئے دن اسلام اور حضرت بانیٔ اسلام کے خلاف زہر اگلتے رہتے ہیں۔ تو زمزم کے پاس کیا جواب ہے۔ ماھو جوابکم فھو جوابنا۔

(حافظ سلیم احمدؐ اٹاوی)

دعا کی درخواست

مکرمی مولوی سراج الحق صاحب آف پٹیالہ چند عوارض میں مبتلا ہیں۔ اور ان کی دختر امۃ الحفیظ صاحبہ بھی بیمار ہیں۔ احباب دردِ دل سے ان کی صحت و سلامتی کے لئے دعا فرماکر ثواب حاصل کریں۔ (ایڈیٹر)

طبیہ عجائب گھر رجسٹرڈ قادیان میں بیش قیمت صاف ستھری اور خالص ادویات اور نوادر مثلاً مشک۔ عنبر۔ زعفران۔ مختلف الانواع مروارید۔ نیلم۔ پکھراج۔ کہربا۔ فیروزہ یاقوت۔ زمرد۔ عقیق۔ سنگ یشب مرجان مع کشتہ جات وغیرہ کا کافی ذخیرہ موجود ہے۔ فہرست طلب کریں

مالک طبیہ عجائب گھر قادیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فاروق

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جلد ۲۴ قادیان دارالامان مورخہ ۲۵ شوال ۱۳۵۸ھ مطابق ۷ دسمبر ۱۹۳۹ء نمبر ۴۴

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۴ نومبر ۱۹۳۹ء

تحریک جدید کے چھٹے سال کی مالی قربانی کا اعلان

فرمودہ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالے

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔
گو آج میری طبیعت اچھی نہیں ہے۔ لیکن چونکہ میں اس بات کا ارادہ کر چکا تھا۔ کہ

تحریک جدید کے چھٹے سال کے متعلق اعلان

کروں گا۔ اسلئے باوجود طبیعت کی خرابی کے اور باوجود اس کے کہ شاید میں زیادہ کھڑا نہیں ہو سکوں گا۔ اور بول نہیں سکونگا۔ میں نے یہی فیصلہ کیا۔ کہ آج اس کا اعلان کر دوں۔

تحریک جدید پر پانچ سال کی مدت اب ختم ہو رہی ہے۔ اور قریبًا قریبًا انہی ایام میں میں نئے سال کی تحریک کا اعلان کیا کرتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں۔ کہ اس وقت تک

تحریک جدید کی اہمیت اور ضرورت

کو میں اس حد تک واضح کر چکا ہوں۔ کہ اب کسی لمبی تحریک کی ضرورت باقی نہیں اور وہ لوگ جن کے دلوں میں خدا تعالے نے دین کی محبت پیدا کی ہے۔ اور جو اپنی ذمہ واری کو سمجھتے ہیں۔ اور جن کے دلوں میں اللہ تعالے کی رحمت اور برکت کی تڑپ ہے۔ انہیں اب کسی مزید تحریک کی ضرورت نہیں۔ ان پر یہ امر اچھی طرح کھل چکا ہے۔ کہ اس میں کیا فوائد مخفی ہیں۔ اور اس کے ذریعہ کس طرح کوشش کی جا رہی ہے۔ کہ ایک ایسا

مستقل فنڈ

قائم کر دیا جائے۔ جو ہماری تبلیغی ضرورتوں کو ہمیشہ کے لئے تو نہیں۔ مگر موجودہ ضرورتوں کو ایک عرصہ تک پورا کرتا رہے۔ یہ فنڈ اتنا قلیل ہوگا۔ کہ آئندہ کی ضرورتوں کے عشر عشیر کے لئے بھی کافی نہیں ہو سکتا۔ عیسائیوں کو دیکھو۔ وہ ایک غلط عقیدہ کی اشاعت کے لئے کئی کروڑ روپیہ سالانہ خرچ کر رہے ہیں۔ لیکن اس تحریک کے ماتحت اگر کوئی فنڈ قائم بھی کیا جا سکے۔ تو وہ اتنا محدود ہوگا۔ کہ ہماری آئندہ کوششوں اور ضرورتوں پر حاوی نہیں ہو سکتا۔ آج ہماری جماعت چند لاکھ ہے۔ اور اسکی کوششیں بھی چند لاکھ روپیہ تک محدود ہیں۔ مگر جب اسکی تعداد کروڑوں کی ہو گی۔ تو روپیہ بھی کروڑوں کی تعداد میں خرچ کرنا پڑے گا۔ اور پھر جب یہ اربوں کی تعداد میں ہو جائے گی۔ تو اسی نسبت سے ضروریات کے لئے روپیہ بھی اربوں خرچ ہوگا۔

ہماری جماعت کے قیام کی اصل غرض

یہ ہے۔ کہ پہلے مسلمانوں کی تربیت کریں۔ اور جو مسلمان نہیں کہلاتے۔ ان میں اشاعت اسلام کریں۔ اور اسکی راہ میں جو روکیں ہیں۔ انہیں دور کریں۔ اور نئے سرے سے اسلام کی ترقی کے سامان کریں۔ اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالے نے الہامًا بتایا ہے۔ اپنی کوششوں کو اس حد تک اور اس وقت تک جاری رکھیں۔ کہ دنیا میں احمدیت ہی احمدیت نظر آئے۔ اور باقی لوگ ادنیٰ اقوام کی طرح قلیل تعداد میں رہ جائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے الہامًا بتایا ہے۔ کہ احمدیت بڑھتے بڑھتے تین سو سال میں ایسے مقام پر پہنچ جائیگی کہ دنیا میں اسے ہی غلبہ حاصل ہوگا۔ اور جو لوگ اس سے باہر رہیں گے۔ وہ ایسی ہی قلیل تعداد اور کمزور حالت میں رہ جائیں گے جس حالت میں کہ آج ہندوستان میں ادنےٰ کہلانے والی اقوام ہیں۔ مگر یہ چیز ہمیں جادو سے حاصل نہیں ہو جائیگی۔ یہ نہیں ہوگا۔ کہ خدا تعالے کے فرشتے آسمان سے اتر کر مداری کی طرح کوئی ڈنڈا ہلائیں گے۔ اور دنیا میں احمدیت کو غلبہ حاصل ہو جائیگا۔ بلکہ یہ اسی طرح ہوگا۔ جس طرح کہ ہمیشہ سے قاعدہ چلا آتا ہے۔ اس جماعت کو ترقی اسی طرح ہو گی۔ جس طرح کہ الٰہی سلسلوں کو ہوتی ہے۔ اور یہ ہماری جد وجہد اور قربانیوں سے ہوگی۔ ہاں یہ ضرور ہے۔ کہ یہ چونکہ خدا تعالیٰ کی قضاءُ قدر ہے۔ اسلئے ضرور ہو کر رہے گی۔ بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ جماعت میں کمزوریاں ہیں۔ اسکی رفتار ترقی بہت سست ہے۔ یہ کس طرح ساری دنیا میں پھیل سکے گی۔ یہ لوگ دنیا میں اسقدر انقلاب کیسے پیدا کر سکتے ہیں۔ مگر سوال یہ نہیں۔ کہ ہماری حالت کیسی ہے۔ اور طاقت کتنی ہے۔ بلکہ یہ ہے۔ کہ خدا تعالیٰ ایسا کرنے کا فیصلہ کر چکا ہے۔ اور اسلئے وہ خود ایسے لوگ پیدا کر دے گا۔ جو دنیا کا تختہ الٹ کر رکھ دیں گے۔ پھر سوال ہماری موجودہ کوششوں کا نہیں۔ بلکہ یہ ہے۔ کہ اس بیج کو بڑھا کر خدا تعالے نے ایسا باغ بنانے کا فیصلہ کر رکھا ہے۔ جس کے سایہ میں ساری دنیا آرام کرے گی۔

جب کوئی چیز ترقی کرنی شروع کرتی ہے تو ابتدا میں وہ تھوڑی ہی ہوتی ہے۔ لیکن اگر خدا تعالے چاہے۔ تو آہستہ آہستہ بڑھتی جاتی ہے۔ ہمارے ملک میں پہلے لوکاٹ کا درخت نہیں ہوتا تھا۔ پہلے پہل کوئی یورپین جاپان یا کسی اور ملک سے اسے یہاں لایا۔ اور آج سارے ملک میں یہ پایا جاتا ہے۔ آج سے پچاس ساٹھ سال قبل مالٹا یہاں نہیں ہوتا تھا۔ کوئی شخص باہر سے لایا۔ اور آج سارے ہندوستان میں یہ پایا جاتا ہے۔ اور اب تو زمیندار بھی جانتے ہیں۔ کہ مالٹا کیا ہوتا ہے۔ اسی طرح ہمارے ملک میں کئی اجناس ایسی ہیں۔ جو حال کی تیار کردہ ہیں۔ گیہوں کی ہی کئی قسمیں ہیں۔ جنہیں آج سے چند سال پیشتر کوئی جانتا بھی نہ تھا۔ لیکن آج سب زمیندار ان کو جانتے ہیں۔ تو جو چیز بھی بڑھتی اور ترقی کرتی ہے۔ وہ

ابتدا میں تھوڑی

ہوتی ہے۔ ایک بیج بھی بڑھتے بڑھتے وسیع کھیت پیدا کر دیتا ہے۔ اور پھر اس سے ملکوں کے ملکوں میں کاشت شروع ہو جاتی ہے۔ ایک قصہ مشہور ہے۔ جو معلوم نہیں سچا ہے کہ جھوٹا۔ کہتے ہیں۔ فرانس کا کوئی شخص استنبول میں شاہی باغات میں نوکر تھا۔ ترکی میں پھول بہت اعلےٰ اور کثرت سے ہوتے ہیں۔ بادشاہ کے باغ میں

ایک نہایت اعلےٰ درجہ کے پھولوں کا پودا

تھا۔ اس نے وہاں سے ایک بیج چُرایا۔ اور فرانس میں لے گیا۔ اور اسے کاشت کیا۔ جب پھول لگنے شروع ہوئے۔ تو وہاں کے امراء نے کوشش کی۔ کہ انہیں اس کے بیج مہیا ہو سکیں۔ اور انہوں نے ایک ایک بیج کے لئے ایک ایک پونڈ کی پیشکش کی۔ مگر وہ اس قیمت پر بھی دینے پر رضامند نہ ہوا۔ آخر ایک کمیٹی بنائی گئی۔ جو اس سے بیج لینے کی کوشش کرے۔ اس نے اسے بیس ہزار پونڈ کی رقم دینے کی تجویز کی۔ مگر وہ پھر بھی بیج دینے پر رضامند نہ ہوا۔ آخر ایک دن ایک چالاک آدمی اسے ملنے گیا۔ جس نے فرفل یعنی برخوردار کو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پہنا ہوا تھا۔ وہ گیا۔ اور اس پودے کے پاس کھڑا ہو کر اس سے سودے کی بات چیت کرنے لگا۔ بات کرتے ہوئے اس نے دو تین بار پہلو بدلے۔ اور فرغل کو ایسے طور پر حرکت دی۔ کہ وہ اس پودے پر لگتا رہا۔ واپس آکر اس نے اسے جھاڑا۔ تو دو تین بیج جو اس میں چمٹے ہوئے تھے۔ گر پڑے۔ جو اس نے بوئے۔ اور ان سے پودے تیار ہو گئے۔ اور اس طرح اس کا بیج عام ہو گیا۔ تو ایک بیج بھی سارے ملک میں پھیل سکتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ جب کسی کو بڑھانے لگتا ہے۔ تو یہ نہیں دیکھتا کہ بیج کتنا تھوڑا اور چھوٹا ہے۔ آج ہماری جماعت بہت تھوڑی اور کمزور ہے۔ حتّٰی کہ جماعت کے بعض کمزور لوگ بھی حیران ہیں۔ کہ یہ کس طرح ساری دنیا کو فتح کر لیگی۔ مگر سوال یہ ہے۔ کہ کونسی چیز ایسی ہے جو ابتدا میں بڑی کوشش سے شروع ہوئی اللہ تعالےٰ نے کیا سارے انسان ایک ہی دن میں پیدا کر دئیے تھے۔ نہیں بلکہ پہلے اس نے آدم کو پیدا کیا۔ اس وقت جب خدا تعالےٰ نے آدم کو پیدا کیا۔ اگر کوئی اور مخلوق ہوتی۔ اور خدا تعالیٰ فرماتا۔ کہ اس نے آدم کو اس لئے پیدا کیا۔ کہ دنیا کو انسانوں سے بھر دیا جائے تو وہ مخلوق ہنستی اور کہتی۔ کہ یہ کیا پاگلانہ خیال ہے۔ لیکن آج یہ حالت ہے۔ کہ دنیا میں آبادی اتنی بڑھ گئی ہے۔ کہ ماہرین اقتصادیات اب اس امر پر بحثیں کرتے ہیں۔ کہ

لوگ کھائیں گے کہاں سے

آدم کی پیدائش کے وقت یہ خیال بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ کہ نسل انسانی اس قدر پھیل جائے گی۔ مگر اب یہ حال ہے۔ کہ ۲۰-۲۵ سال کی بات ہے۔ کہ ماہرین اقتصادیات کی طرف سے ایک شور بپا تھا۔ کہ زمین بہت کم ہے۔ اور کھانے والے زیادہ ہیں۔ اب کیا انتظام ہوگا۔ انہوں نے یہ خیال نہ کیا۔ کہ جس طرح اللہ تعالےٰ نے آدمیوں کو بڑھانے کا انتظام کیا ہے۔ اسی طرح وہ خوراک کو بڑھانے کا انتظام بھی کر دے گا۔ اور ہر جاندار کا رزق اس کے ذمہ ہے۔ کوئی دابہ ایسا نہیں جس کا رزق خدا تعالےٰ کے ذمہ نہ ہو۔ انہوں نے روزی مہیا کرنے کا کام اپنا سمجھ لیا۔ گویا خدائی اب خدا تعالےٰ نے ان کے سپرد کر دی ہے۔ آخر ملک میں زراعت کی جد و جہد شروع ہوئی۔ اور ۱۹۲۹ء میں اس قدر غلہ دنیا میں پیدا ہوا۔ اور اس قدر ارزاں ہو گیا۔ کہ پھر لوگ اس امر کو سوچنے لگے۔ کہ زمیندار گزارہ کس طرح کریں گے۔

گذشتہ جنگ میں گندم کا نرخ آٹھ روپیہ من تک بڑھ گیا تھا۔ مگر ۱۹۲۹ء میں ۴ؔ اور ۳ؔ من تک گر گیا۔ اور کپاس کا نرخ جہاں ۲۷ روپے من تک تھا۔ چار پانچ روپیہ رہ گیا۔ اور اس طرح اللہ تعالےٰ نے ان کو جھوٹا کر دیا۔ اور ان کو بتا دیا۔ کہ ہم غلہ کو اتنا بڑھا سکتے ہیں۔ کہ لوگ حیران رہ جائیں۔ کہ اب اسے بیچیں گے کہاں۔ چنانچہ اس کے بعد کئی کمیٹیاں بیٹھیں۔ کہ اس امر پر غور کریں۔ کہ کاشت محدود کر دی جائے۔ چنانچہ ربڑ کی کاشت کے لئے مختلف ممالک نے رقبے معین کر دئیے۔ اور فیصلہ کیا گیا۔ کہ اس سے زیادہ کاشت نہ کی جائے۔ حالانکہ اس سے پہلے یہ کہا جاتا تھا۔ کہ ربڑ کی کاشت جتنی زیادہ کی جائے۔ بہتر ہے۔ اسی طرح کپاس کی کاشت کو محدود کرنے کا قانون پاس کیا گیا۔ اور امریکہ نے اس کی کاشت ۷۵ فی صدی کر دی۔ اور اسی طرح دوسرے ممالک نے بھی کمی کی۔ تو

کسی چیز کو بڑھانا یا گھٹانا

اللہ تعالےٰ نے اپنے اختیار میں رکھا ہے۔ اور اس کا قانون یہی ہے۔ کہ جب وہ کسی چیز کو ترقی دینا چاہتا ہے۔ تو اس کے بیج کو بڑھا دیتا ہے۔ جب وہ ایک بیج ہوتا ہے۔ تو لوگ کہتے ہیں۔ اس سے سینکڑوں کیسے بنیں گے۔ اور جب سینکڑوں ہو جائیں۔ تو کہتے ہیں۔ اس سے ہزاروں کیونکر ہوں گے پھر ہزاروں سے لاکھوں۔ لاکھوں سے کروڑوں اور کروڑوں سے اربوں تک بڑھنے میں شک کرتے ہیں۔ مگر اللہ تعالےٰ اسی طرح بڑھاتا چلا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب دعوےٰ کیا۔ تو دنیا حیران تھی۔ اور کہتی تھی۔ کہ ایک سے دو کس طرح ہوں گے۔ کوئی دوسرا شخص ایسا نہیں ہوگا۔ جو ان عقائد کو مان جائے۔ لیکن جب چند لوگ آپ کے ساتھ شامل ہو گئے۔ تو دنیا نے کہا۔ کہ چالیس پچاس پاگل تو دنیا میں ہو سکتے ہیں۔ مگر یہ آخری حد ہے۔ اس سے زیادہ نہیں بڑھ سکتے۔ اور جب یہ تعداد سینکڑوں تک جا پہنچی۔ تو کہا جانے لگا۔ کہ دنیا میں پاگلوں کے علاوہ بعض احمق بھی ہوتے ہیں۔ جو شریک ہو گئے ہیں۔ مگر ساری دنیا تو عقلمندی کو نہیں چھوڑ سکتی۔ اب ان کی تعداد نہیں بڑھ سکتی۔ اور جب جماعت ہزاروں تک پہنچ گئی۔ تو کہا گیا۔ کہ بعض اچھے بھلے سمجھدار لوگ بھی دھوکا کھا سکتے ہیں۔ مگر اب یہ لوگ لاکھوں تک نہیں پہنچ سکتے۔ اور اب حیران ہیں۔ کہ یہ کروڑوں کس طرح ہوں گے۔ اور یہ نہیں سوچتے۔ کہ جس طرح ایک سے دسیوں دسیوں سے سینکڑوں۔ سینکڑوں سے ہزاروں۔ اور ہزاروں سے لاکھوں ہوئے۔ اسی طرح اب لاکھوں سے کروڑوں۔ اور کروڑوں سے اربوں ہو جائیں گے۔ اور خدا تعالیٰ کا فضل نازل ہو کر ان کو اسی طرح بڑھاتا جائے گا۔ اور کون ہے۔ جو خدا تعالےٰ کے فضل کو روک سکے؟

اسی طرح اس تحریک کی بنیاد بھی آج چند ہزار روپوں پر ہے۔ جو چندہ آتا ہے۔ اس میں سے اخراجات کو نکال کر جو روپیہ بچتا ہے۔ موجودہ اندازہ کے مطابق اس سے اسی قدر مستقل فنڈ قائم کیا جا سکتا ہے۔ کہ جس سے ساٹھ ستر ہزار روپیہ سالانہ کی آمد ہو سکے۔ اور یہ اس کے لئے کافی ہے۔ کہ اس وقت جو مشن ہمارے مدنظر ہیں۔ یعنی جن کے لئے اس وقت مجاہدین ٹریننگ لے رہے ہیں۔ انہیں قائم کیا جا سکے۔ یہ زیادہ سے زیادہ ۲۵-۳۰ نئے مشن ہوں گے۔ اور اگر دیکھا جائے۔ تو یہ کچھ بھی نہیں۔ اس جد و جہد کے مقابلہ میں جو اس وقت عیسائی کر رہے ہیں۔ اس وقت

۶۵ ہزار عیسائی مبلغ

دنیا کے مختلف حصوں میں کام کر رہے ہیں۔ اور ظاہر ہے۔ کہ ان کے مقابلہ میں ہمارے ۲۵-۳۰ مبلغوں سے کیا بنے گا۔ مگر ہمیں امید ہے۔ کہ خدا تعالےٰ ہمیں ضرور ترقی دے گا۔ اور جس طرح خدا تعالےٰ نے اتنا مستقل فنڈ قائم کرنے کا سامان کر دیا ہے۔ جبکہ پہلے ایک روپیہ بھی اس فنڈ میں نہ تھا۔ تو اسے اس کو اور بڑھانے سے کون روک سکتا ہے۔ وہ ضرور اسے کسی وقت لاکھوں۔ کروڑوں بلکہ اربوں تک ترقی دیگا۔ اور ایک وقت آئے گا۔ کہ

ہمارا تبلیغی فنڈ

دنیا کی بڑی بڑی حکومتوں کے خزانوں سے بھی زیادہ ہوگا۔ جس طرح اللہ تعالےٰ کا یہ وعدہ ہے۔ کہ وہ احمدیت کو اتنی ترقی دے گا۔ کہ ساری دنیا کی اقوام مل کر بھی اس کے مقابلہ میں ادنیٰ اقوام کی حیثیت رکھیں گی۔ اسی طرح وہ اس کے فنڈوں کو دنیا کی حکومتوں کے خزانوں سے زیادہ مضبوط بنا دے گا۔ اور وہ اسے ضرور بڑھائے گا۔ مسیح محمدی کو مسیح ناصری سے ہر لحاظ سے بڑھ کر ہونا چاہیئے۔ مسیح ناصری کی قوم نے اپنے انتہائی کمال کے وقت ۶۵ ہزار مبلغ پیدا کئے ہیں۔ مگر احمدیت انشاء اللہ تعالےٰ اپنی ترقی کے زمانہ میں ۶۵ لاکھ پیش کرے گی۔ اور یہ ضروری بھی ہے۔ کہ زیادہ سے زیادہ علماء ہوں۔ کیونکہ علماء کا کام صرف غیروں میں تبلیغ نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کا کام تعلیم و تربیت بھی ہے۔ اور حقیقی تعلیم و تربیت کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ چند سو آدمیوں پر ایک عالم ضرور مقرر ہو۔ جب تک ہر ڈیڑھ دو سو آدمیوں پر ایک نہ ہو۔ صحیح تربیت نہیں ہو سکتی جب کوئی قوم بڑھتی ہے۔ اور افراد کی تربیت کا انتظام نہیں ہوتا۔ تو وہ گرنے لگتی ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں۔ فلاں جماعت میں فلاں وقت اخلاص زیادہ تھا۔ اب ویسا نہیں۔ یہ نہیں سوچتے۔ کہ اس وقت جماعت کم تھی۔ یا کسی جگہ کوئی خاص آدمی تھا۔ وہ چلا گیا۔ تو ان کی تربیت کا ویسا انتظام نہ رہا۔ پہلے

ایک مبلغ ایک علاقہ میں

جاتا تھا۔ وہاں چند آدمی ہوتے۔ اور وہ ان کی تربیت کے لئے زیادہ کوشش کر سکتا۔ مگر اب ہر علاقہ میں جماعتیں بڑھ گئی ہیں۔ اسلئے تربیت میں نقص رہ جاتے ہیں۔ اور یوں بھی جس رنگ میں ہم نے مبلغ پیدا کرنے کی اب تک کوشش کی ہے۔ اس سے تربیت صحیح رہ بھی نہیں سکتی تھی۔ صحیح رنگ وہی تھا۔ جو اب میں نے تحریک جدید میں اختیار کیا ہے۔ یعنی ایسے مبلغ ہوں۔ جو

بغیر روپے اور معاوضہ کے

کام کریں۔ اور سلسلہ پر بوجھ نہ ہوں۔ یہ کوشش خدا تعالےٰ کے فضل سے کامیاب ہو رہی ہے۔ گو بوجہ اس کے کہ یہ ابھی بیج کی حالت میں ہے۔ اسکی اہمیت کا احساس نہیں کیا جا سکتا۔ یہ پہلے دن کا چاند ہے۔ جو صرف تیز نظر والوں کو ہی نظر آ سکتا ہے۔ اس وقت ہماری کوششیں بالکل معمولی ہیں۔ مگر پھر بھی اللہ تعالےٰ کے فضل سے بہیں شاندار کامیابی ہو رہی ہے۔ دوستوں نے اخبار "الفضل" میں ایک مصری اخبار

الفتح کے مضمون کا ترجمہ

پڑھا ہوگا۔ یہ مصر کا شدید ترین مخالف اخبار ہے۔ جو نہایت گندے الزامات

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہم پر لگا تا رہتا تھا۔ اور جو لوگ ان مضامین سے واقف ہیں۔ وہ تعجب کرتے ہوں گے۔ کہ اس نے یہ مضمون کس طرح لکھ دیا۔ اس نے لکھا ہے۔ کہ سارے مسلمانوں کی مجموعی تعداد مل کر بھی اسلام کی خدمت کے لئے وہ قربانی نہیں کر رہی۔ جو یہ مٹھی بھر جماعت کر رہی ہے۔ غور کرو۔ یہ کتنا بڑا سرٹیفکیٹ ہے۔ ایک شدید ترین مخالف تسلیم کرتا ہے۔ کہ یہ جماعت اسلام کی بینظیر خدمت کر رہی ہے۔ وہ یہ نہیں کہتا۔ کہ ایک احمدی سَو دوسرے مسلمانوں کے برابر ہے۔ یا ہزار کے برابر ہے۔ بلکہ کہتا ہے۔ کہ ساری دنیا کے مسلمان جن میں بادشاہ اور بڑے بڑے امراء بھی شامل ہیں۔ مل کر بھی اسلام کے لئے وہ جدوجہد نہیں کر رہے۔ جو یہ جماعت کر رہی ہے۔ ہر جگہ اللہ تعالےٰ کے فضل سے ہمارا رعب قائم ہو رہا ہے۔ عربی میں ضرب المثل ہے۔

الفضل ماشهدت به الاعداء

یعنی فضیلت وہی ہے۔ جسکی دشمن گواہی دے۔ میں جب شام میں گیا۔ تو وہاں عبدالقادر المغربی جو بہت بڑے اور مشہور ادیب ہیں۔ مجھ سے ملنے کے لئے آئے۔ جس وقت وہ آئے۔ ایک اور شخص مجھ سے بات چیت کر رہا تھا۔ وہ بیٹھے گفتگو سنتے رہے۔ اور پھر اسے کہنے لگے۔ کہ ان سے بحث مت کرو۔ یہ ہمارے وطن میں آئے ہیں۔ ہمارا فرض ہے۔ کہ ان کا اعزاز کریں۔ مذہبی باتیں ان سے نہیں کرنی چاہئیں۔ اور پھر ان باتوں کا فائدہ بھی کیا ہے۔ یہ ہندوستان کے رہنے والے ہیں۔ جو جاہل ملک ہے۔ جہاں کے لوگ نہ قرآن کریم سے واقف ہیں۔ اور نہ عربی سے۔ جو قرآن کریم کی زبان ہے۔ اور ان کی باتوں کا ہم لوگوں پر اثر بھی کیا ہو سکتا ہے۔ جن کی مادری زبان عربی ہے۔ اسلئے ان کے ساتھ بحث کر کے خواہ مخواہ وقت ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔ میں نے ان سے کہا۔ کہ آپ یاد رکھیں۔ میں واپس جا کر یہاں اپنا مبلغ بھیجوں گا۔ اور اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا۔ جب تک کہ یہاں جماعت قائم نہ ہو۔ اور آپ اسے دیکھ نہ لیں۔ کہ اس ملک کے رہنے والے بھی ہماری باتوں پر ایمان لاتے ہیں۔ چنانچہ

میں نے وہاں مبلغ بھیجا۔ اور اللہ تعالےٰ کے فضل سے ان کی زندگی میں ہی وہاں جماعتیں قائم ہو گئیں۔ اب تو مجھے معلوم نہیں۔ وہ زندہ ہیں یا مر گئے۔ لیکن جماعتیں وہاں ان کی زندگی میں ہی قائم ہو گئی تھیں۔ اور اب شام۔ فلسطین۔ مصر وغیرہ ممالک میں ایسے ایسے مخلص احمدی موجود ہیں۔ کہ ان پر رشک آتا ہے۔ ان میں ایسے بھی ہیں۔ جن کو احمدیت کی وجہ سے قتل کیا گیا۔ ایسے بھی ہیں۔ جو زخمی کئے گئے۔ ایسے بھی ہیں۔ جو ملک بدر کئے گئے۔ اور جن کی جائیدادیں اور مال و اسباب لوٹ لئے گئے۔ مگر وہ پھر بھی استقلال اور ہمت کے ساتھ تبلیغ میں مصروف ہیں۔ اور اب خدا تعالےٰ کے فضل سے احمدیت کو ہر جگہ ترقی حاصل ہو رہی ہے۔ پس ہمارا ایمان ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اس بیج کو جو آج ہم بو رہے ہیں۔ ضرور ترقی دے گا۔ ہمارا فرض صرف یہی ہے۔ کہ بیج بونے کی پوری پوری کوشش کریں۔ جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں۔ اب

ہماری جدوجہد کا چھٹا سال

شروع ہوتا ہے۔ اور اس لحاظ سے اب ہم چندے کے زمانہ کے لحاظ سے چوٹی پر پہنچ کر نیچے اتر رہے ہوں گے۔ اس سال مالی قربانی کے زمانہ کا ماضی بڑھ جائیگا۔ اور مستقبل گھٹ جائے گا۔ اس وقت تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رویا ر کے مطابق جو بظاہر تو اسی پر چسپاں ہوتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ ۵۵۰۰ احباب کے وعدے آئے ہیں۔ جن میں ۴½ ہزار ادا بھی کر چکے ہیں۔ باقی کر رہے ہیں۔ اور ابھی ۳۰ نومبر تک میعاد بھی باقی ہے۔ بعض لوگ مزید مہلت لے لیتے ہیں۔ اور بعض نے لے بھی لی ہے۔ کہ ہم دسمبر یا جنوری یا فروری میں ادا کر دیں گے۔ اور اس طرح ممکن ہے پانچ ہزار پورے ہو جائیں۔ یا کچھ بڑھ جائیں لیکن اگر پانچوں سالوں کو دیکھا جائے۔ تو یہ تعداد اڑھائی ہزار کے قریب رہ جاتی ہے۔ کیونکہ بعض نے ایک سال کا ادا نہیں کیا۔ بعض نے دو سال کا۔ اور بعض نے تین سال کا۔ گو وہ ابھی وعدے کر رہے ہیں۔ کہ ضرور ادا کر دیں گے۔ لیکن اس جدوجہد میں شریک ہونے والوں کی جو فہرست تیار

ہو گی۔ اس میں وہی لوگ شامل ہوں گے۔ جو دس سالہ میعاد کو پورا کریں گے۔ بعض لوگوں نے بے شک معافی لے لی ہے۔ اور ان پر وعدہ خلافی کا جرم عائد نہیں ہوتا۔ لیکن میں یہ نہیں سمجھ سکتا۔ کہ ان میں سے بعض یہ شکایت کیوں کرتے ہیں۔ کہ جب آپ نے ہمیں معاف کر دیا۔ تو پھر اس فہرست میں ہمارا نام کیوں نہ آئے۔ یہ

محض نفس کا دھوکا

ہے۔ ایک شخص وعدہ کرتا جائے۔ اور معافی لیتا جائے۔ تو کیا وہ ثواب کا مستحق ہو جائے گا۔ معافی کے معنی تو صرف یہ ہیں۔ کہ وہ گناہ سے بچ جائے۔ اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ ثواب کا بھی مستحق ہو جائے گا۔ ثواب تو قربانی کے نتیجہ میں ہی مل سکتا ہے۔ ہاں اگر واقعی کسی ایسے شخص کے دل میں قربانی کا جذبہ ہے۔ تو وہ خدا تعالےٰ کے نزدیک ثواب کا مستحق ہو سکتا ہے۔ لیکن ہماری فہرست میں وہ کسی طرح نہیں آ سکے گا۔ تو یہ محض نفس کا دھوکا ہے۔ کہ ہم وعدہ کر کے معافی لے لیں۔ تو اس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کا فضل ہم پر نازل ہو جائے گا۔ ایسے ایک شخص کا خط پڑھ کر مجھے تو حیرت ہوئی۔ اس نے لکھا۔ کہ گذشتہ سال میں نے تیس روپیہ کا وعدہ کیا تھا۔ مگر وہ ادا نہیں کر سکا۔ اسلئے وہ تو معاف کر دیں۔ اور آئندہ سال کے لئے میں چونکہ جانتا نہیں۔ کہ کس قدر ادا کرنے کے قابل ہو سکوں گا۔ اور کب ادا کر سکوں۔ اسلئے آئندہ سال کے لئے میرا وعدہ دس ہزار کا لکھ لیں۔ ایسا شخص جو جانتا ہے۔ کہ میں جو وعدہ کر رہا ہوں۔ اسے پورا نہیں کر سکوں گا۔ اسے وعدہ کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ اور پھر وہ قربانی کرنے والے مجاہدین کی فہرست میں شامل کیونکر ہو سکتا ہے۔ معافی کے معنی تو صرف یہ ہیں۔ کہ ایسا شخص وعدہ خلافی کے گناہ سے بچ جائے۔ یہ کیونکر ہو گیا۔ کہ وہ ثواب کا مستحق بھی ہو جائے۔ اور جو شخص معافی لیتا ہے۔ وہ یہ کس طرح فرض کر لیتا ہے۔ کہ اس نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ اور پھر وہ مجاہدین کی فہرست میں کیونکر آ سکتا ہے۔ فہرست میں تو وہی شخص

آئے گا۔ جو

دس سالہ میعاد

کو پورا کرے گا۔ اور انہی لوگوں کے ثواب کو لمبا کرنے کی ہم کوئی صورت کریں گے۔ تو اس فہرست میں وہی شامل ہوں گے۔ جو شرائط کے ماتحت اس تحریک میں حصہ لیتے رہیں گے۔ سوائے ان کے جو فوت ہو گئے۔ اور جب تک زندہ رہے۔ برابر شرائط کے ماتحت حصہ لیتے رہے۔ ایسے ہی لوگوں کے متعلق اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ کہ منهم من قضى نحبه۔ پس ایسا شخص جو زندگی میں برابر حصہ لیتا رہا۔ اور پھر فوت ہو گیا۔ وہ آخر تک شامل سمجھا جائے گا۔ قرآن کریم نے فرمایا ہے۔ کہ جو لوگ دین کی خدمت کرتے ہوئے مارے جاتے ہیں۔ وہ زندہ ہی سمجھے جاتے ہیں۔ وہ ان کے برابر ثواب پاتے ہیں۔ جو زندہ ہیں۔ اور نمازیں پڑھتے۔ روزے رکھتے۔ جہاد کرتے یا ثواب کے دوسرے کام کرتے ہیں۔ جو نیک کام وہ دنیا میں کرتے تھے۔ اس کا ثواب ان کو برابر ملتا رہتا ہے۔ پس جو فوت ہو گئے۔ ان کے اجر میں کوئی کمی نہیں۔ وہ دس سالہ میعاد میں شامل سمجھا جائے گا۔ اسکی نیت کے مطابق اسے اجر ملے گا۔ خواہ وہ ایک سال ہی دینے کے بعد فوت ہو گیا۔ مگر چونکہ اسکی نیت آخر تک شامل ہونے کی تھی۔ اس لئے اسے

نیت کا ثواب

مل جائے گا۔ بشرطیکہ جب تک وہ زندہ رہا۔ شریک رہا ہو۔ ہاں جس نے زندگی میں اپنی مرضی سے ناغہ کر دیا۔ وہ اس میں شامل نہیں سمجھا جائے گا۔ کیونکہ اس کا مطلب یہ ہو گا۔ کہ اسکی نیت ہی اس میعاد کو پورا کرنے کی نہ تھی۔ ہاں وہ شخص جو جب تک زندہ رہا۔ ادا کرتا رہا۔ اس کے متعلق یہی سمجھا جائے گا۔ کہ اس نے پورا کر دیا۔ یا جن کی آمدنیوں میں کمی ہوئی۔ اور وہ چندہ میں شرائط کے مطابق کمی کرتے رہے۔ وہ بھی اس فہرست میں شمار ہوں گے مثلاً وہ لوگ جو ملازمت سے پنشن پر آ گئے۔ اور انہوں نے آمد میں کمی کے ساتھ

شرائط کے ماتحت چندہ میں کمی

کر دی۔ ان کی کمی کمی نہیں سمجھی جائے گی یا وہ لوگ بھی جن کے متعلق کوئی ایسی صورت پیدا ہو گئی۔ کہ وہ بوجھ اٹھانے کے قابل

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہی نہ رہے۔ پہلے وہ چندے دیتے رہے مگر پھر ان کی مالی حالت ایسی خراب ہو گئی۔ کہ وہ چندے دینے کے قابل نہ رہے ان کے متعلق تحقیقات کر کے فیصلہ کرنا ہمارے اختیار میں ہوگا۔ جو لوگ ملازمت سے پنشن پر چلے گئے۔ یا جن کی تجارت میں کمی واقع ہو گئی۔ ان کی حالت تو ظاہر ہی ہے۔ اور اگر وہ شرائط کے ماتحت چندے میں کمی کر دیں۔ تو ان کی کمی کو کمی نہیں سمجھا جائے گا۔ لیکن جو یہ کہیں۔ کہ ان کی مالی حالت ایسی خراب ہو گئی۔ کہ وہ حصہ لینے کے قابل ہی نہیں رہے۔ ان کے متعلق تحقیقات کر کے فیصلہ کرنا ہمارے اختیار میں ہوگا۔ اس کے علاوہ

جو لوگ معافی لیتے ہیں

وہ ادا کرنے والوں میں نہیں سمجھے جا سکتے۔ وہ تو صرف گناہ سے بچ سکتے ہیں۔

جو لوگ قواعد کے مطابق چندہ دیتے ہیں۔ ان کی بھی دو شقیں ہیں۔ ایک تو وہ جو ہر سال بڑھاتے جاتے ہیں۔ اور دوسرے وہ جنہوں نے چوتھے سال میں کمی کر دی۔ مگر پھر اس میں برابر زیادتی کرتے جاتے ہیں۔ یعنی بعض تو وہ ہیں۔ جنہوں نے چوتھے سال میں کمی نہیں کی۔ ان کا دوسرے سال کا چندہ پہلے سے بڑھ کر۔ تیسرے کا دوسرے سے بڑھ کر اور چوتھے کا تیسرے سے بڑھ کر تھا۔ اور پھر پانچویں کا چوتھے سے بڑھ کر تھا۔ خود میں نے بھی چوتھے سال میں کمی نہیں کی۔ مگر بعض وہ ہیں۔ جنہوں نے چوتھے سال کمی کر دی۔ کیونکہ میں نے اس کی اجازت دی تھی۔ اور پھر پانچویں سال میں اس سے زیادہ چندہ دیا۔ کیونکہ اس وقت میں نے مکمل سکیم کا اعلان کر دیا تھا۔ ان کی کمی کو کمی نہیں سمجھا جائے گا۔ اگر چوتھے سال کے بعد پانچویں میں انہوں نے زیادتی کر دی ہو۔ اور پھر آئندہ ہر سال کچھ نہ کچھ زیادتی کرتے چلے جائیں۔ یہ دونوں قسم کے لوگ سابقون میں شمار ہوں گے۔

جنگ اور اس سے پیدا شدہ حالات اور خطرات کو ممکن ہے۔ بعض لوگ چندوں میں کمی کا موجب قرار دے لیں۔ مگر میرے نزدیک یہ کمی کا موجب نہیں۔ بلکہ

قربانی میں اضافہ کا موجب

ہونے چاہئیں۔ کیونکہ جنگ ہمیں اس طرف متوجہ کرتی ہے۔ کہ انسان کی زندگی اور اس کے آرام و آسائش کے سامان ناپائیدار ہیں۔ دیکھو کس طرح آج کئی ممالک میں انسانی زندگی اور آرام و آسائش ایک انسان کی وجہ سے خطرہ میں پڑی ہوئی ہے۔ انسانی زندگیوں کا اس طرح خاتمہ ہو رہا ہے۔ جس طرح دانے بھونے جاتے ہیں۔ سمندروں میں جہاز غرق ہو رہے ہیں۔ اور ان میں انسانی جانیں بے دریغ ضائع ہو رہی ہیں۔ ابھی خشکی پر جنگ باقاعدہ شروع نہیں ہوئی۔ خشکی پر جنگ کے وقت ایسے عظیم الشان لشکروں میں بعض دفعہ پانچ پانچ اور دس دس ہزار انسان روزانہ مرتے ہیں۔ اور یہ نہایت مہیب نظارہ ہے۔

بے شک بیماریوں میں بھی لوگ مرتے ہیں۔ مگر ان میں زیادہ تر لوگ وہ ہوتے ہیں۔ جو ایسی حالت کو پہنچے ہوئے ہوتے ہیں۔ جن کے متعلق کہا جاتا ہے۔ کہ وہ ہینگ بکتے ہیں۔ لیکن جنگ میں ملک کے چیدہ نوجوان مارے جاتے ہیں۔ اور ایسے جوان جن سے نسلیں چلتی ہیں۔ گویا ملک کے چمن کے چیدہ پھول مسلے جاتے ہیں۔ اور صرف پتے اور ٹہنیاں لٹکتی ہوئی رہ جاتی ہیں۔ غرض

بیماری اور جنگ کی موت میں بڑا فرق

ہوتا ہے۔ بیماری میں پچاس فی صدی ایسے انسان مرتے ہیں۔ جو اپنی عمر گذار چکے ہوتے ہیں۔ ۲۵-۳۰ فی صدی عورتیں یا بچے ہوتے ہیں۔ اور ۱۵-۲۰ فی صدی نوجوان بھی ہوتے ہیں۔ مگر جنگ میں مارے جانے والے سو فی صدی جوان ہوتے ہیں۔ اور ایسے جوان جن پر ملک کو ناز ہوتا ہے۔ اور جو ملک اور قوم کی ترقی کا موجب ہونے والے ہوتے ہیں۔ گویا جنگ میں ملک کی جان نکال کر اسے مسل دیا جاتا ہے۔ اور یہ موت نہایت دردناک ہوتی ہے۔ مگر پھر بھی دیکھو۔ کس طرح لوگ اپنی جانیں جنگ میں قربان کرنے کے لئے پیش کرتے ہیں۔ مائیں کس طرح اپنے بیٹوں کو نکال کر باہر پھینک دیتی ہیں۔ اور پھر جب وہ مارے جاتے ہیں۔ تو بسا اوقات ان کو رونے کی بھی اجازت نہیں ہوتی۔ جرمنی میں اب یہ قانون بنا دیا گیا ہے۔ کہ کسی عزیز کی موت پر جو جنگ میں مارا جائے

رونا پیٹنا یا رنج کے آثار ظاہر کرنا جرم ہے۔ اور جو ایسا کرے۔ اس پر مقدمہ چلایا جاتا ہے۔ یہ کتنے دکھ کی بات ہے۔ کہ کسی کا جوان بیٹا مارا جائے۔ اور اسے چند منٹ غم کا اظہار کرنے کی بھی اجازت نہ ہو۔ بے شک بعض لوگ ایسے مواقع پر بہادری کا ثبوت بھی دیتے ہیں۔ اور رنج و غم کے آثار ظاہر نہیں ہونے دیتے۔ مگر ایسی مثالیں بہت شاذ ہوتی ہیں۔ گذشتہ جنگ کے واقعات میں سے ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ جرمنی کی

ایک اسی سالہ بوڑھی عورت

کا صرف ایک ہی جوان بیٹا تھا۔ اس کے سوا اس کا کوئی نہ تھا۔ وہ جنگ میں مارا گیا۔ وزیر جنگ نے اسے یہ خبر سنانے کے لئے بلایا۔ جن لوگوں کو زیادہ صدمہ ہو۔ ان کے ساتھ زیادہ ہمدردی کا اظہار اور عزت کرنے نیز تسلی و تشفی دینے کے لئے جرمنی نے یہ اصول مقرر کیا تھا۔ کہ وزیر جنگ خود بلا کر انہیں ان کے غم سے آگاہ کرتا تھا۔ اور تسلی دیتا تھا۔ اس عورت کا بھی چونکہ یہی ایک لڑکا تھا۔ اس لئے وزیر جنگ نے اسے بلایا۔ کہ یہ اندوہناک خبر سنائے۔ ایک امریکن اخباری نامہ نگار نے لکھا۔ کہ اس بڑھیا کی کمر بڑھاپے کی وجہ سے کبڑی ہو رہی تھی۔ مگر جب وہ یہ خبر سنکر دفتر جنگ سے باہر نکلی۔ تو اس نے اپنی کمر کو ہاتھ سے سیدھا کیا۔ اور ایک مصنوعی قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ کہ کیا ہوا میرا لڑکا مارا گیا۔ وہ ملک کی خاطر مارا گیا ہے۔ اس وقت اظہار غم ممنوع نہ تھا۔ لوگ اس کی حالت پر رو رہے تھے۔ مگر وہ ہنستی تھی۔ صحابہ کرام رضؓ میں اس بہادری کی مثالیں بہت کثرت سے ملتی ہیں۔ دنیاوی لوگوں میں تو کروڑوں لوگوں اور سینکڑوں ملکوں میں سے ایک آدھ ایسی مثال مل سکے گی۔ مگر

چند ہزار صحابہ رضؓ میں سینکڑوں مثالیں

ہیں۔ کیسی اعلیٰ درجہ کی وہ مثال ہے۔ جو ایک عورت سے تعلق رکھتی ہے۔ اور جسے میں نے پہلے بھی بارہا سنایا ہے۔ اور جو اس قابل ہے۔ کہ ہر مجلس میں سنائی جائے۔ اور اس کی یاد کو تازہ رکھا جائے۔ بعض واقعات ایسے شاندار ہوتے ہیں۔ کہ بار بار سنائے جانے کے باوجود پرانے نہیں ہوتے۔ ایسا ہی واقعہ اس عورت کا ہے۔ جس نے جنگ احد کے موقعہ پر مدینہ میں یہ خبر سنی۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم شہید ہو گئے ہیں۔ اور وہ مدینہ کی دوسری عورتوں کے ساتھ گھبرا کر باہر نکل آئی۔ اور جب پہلا سوار احد سے واپس آتا ہوا اسے نظر آیا۔ تو اس نے اس سے دریافت کیا۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا کیا حال ہے۔ اس نے کہا۔ تمہارا خاوند مارا گیا ہے۔ اس نے کہا۔ کہ میں نے تم سے رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے متعلق سوال کیا ہے۔ اور تم میرے خاوند کی خبر سنا رہے ہو۔ اس نے پھر کہا۔ کہ تمہارا باپ بھی مارا گیا ہے۔ مگر اس عورت نے کہا۔ کہ میں تمہیں رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے متعلق پوچھتی ہوں۔ اور تم باپ کا حال بتا رہے ہو۔ اس سوار نے کہا۔ کہ تمہارے دونوں بھائی بھی مارے گئے۔ مگر اس عورت نے پھر یہی کہا۔ کہ تم میرے سوال کا جواب جلد دو۔ میں رشتہ داروں کے متعلق نہیں پوچھتی۔ میں تو آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے متعلق پوچھتی ہوں۔ اس صحابی کا دل چونکہ مطمئن تھا۔ اور وہ جانتا تھا۔ کہ آپؐ بخیریت ہیں۔ اسلئے اس کے نزدیک اس عورت کے لئے سب سے اہم سوال یہی تھا۔ کہ اس کے متعلقین کی موت سے اسے آگاہ کیا جائے۔ مگر اس عورت کے نزدیک سب سے پیاری چیز آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی ذات تھی۔ اسلئے اس نے اسے جھڑک کر کہا۔ کہ تم میرے سوال کا جواب دو۔ اس پر اس نے کہا۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم تو خیریت سے ہیں۔ یہ سنکر اس عورت نے کہا۔ کہ جب آپ زندہ ہیں۔ تو پھر مجھے کوئی غم نہیں۔ خواہ کوئی مارا جائے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ اس مثال کے سامنے اس بڑھیا کی مثال کی کوئی حقیقت نہیں۔ جس کے متعلق خود نامہ نگار کو اعتراف ہے کہ اس کا دل غم کے بوجھ سے دبا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ وہ دل میں رو رہی تھی۔ مگر یہ صحابیہ رضؓ تو دل میں بھی خوش تھی۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم زندہ ہیں۔ اس عورت کے دل پر تو صدمہ ضرور تھا۔ گو وہ اسے ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی۔ مگر اس کے تو دل پر بھی کوئی صدمہ نہ تھا۔ اور یہ ایسی شاندار مثال ہے۔ کہ دنیا کی تاریخ اس کی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کوئی نظیر پیش نہیں کر سکتی۔ اور بتاؤ۔ اگر ایسے لوگوں کے متعلق یہ نہ فرمایا جاتا۔ کہ منھم من قضٰی نحبہٗ تو دنیا میں اور کونسی قوم تھی۔ جس کے متعلق یہ الفاظ کہے جاتے۔ میں جب اس عورت کا واقعہ پڑھتا ہوں۔ تو میرا دل اس کے متعلق ادب اور احترام سے بھر جاتا ہے۔ اور میرا دل چاہتا ہے۔ کہ میں اس مقدس عورت کے دامن کو چھوؤں۔ اور پھر اپنے ہاتھ آنکھوں سے لگالوں۔ کہ اس نے میرے محبوب کے لئے اپنی محبت کی ایک بے مثل یادگار چھوڑی ہے

پھر اسی احد کا ایک واقعہ ہے۔ کہ جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات کی خبر مشہور ہوئی۔ تو اس وقت حضرت انس کے چچا مالک بن نظر یا نظر بن مالک مجھے اس وقت نام اچھی طرح یاد نہیں۔ کھجوریں کھا رہے تھے۔ انہیں اطمینان تھا۔ کہ فتح ہو چکی ہے۔ اس لئے میدان سے پرے چلے گئے تھے۔ اور چونکہ بھوکے تھے۔ کچھ کھجوریں جو ان کے پاس تھیں۔ ان کے کھانے میں مشغول ہو گئے تھے۔ جب ٹہلتے ٹہلتے میدانِ جنگ کے قریب ہوئے۔ تو دیکھا کہ حضرت عمر ایک چٹان پر بیٹھے رو رہے ہیں۔ حضرت مالک نے حیرت سے دریافت کیا۔ کہ عمرؓ یہ رونے کا کونسا موقعہ ہے۔ مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی ہے۔ اور تم رو رہے ہو۔ حضرت عمر نے جواب دیا۔ کہ تمہیں معلوم نہیں۔ فتح کے بعد کیا ہؤا۔ دشمن نے پھر پیچھے سے حملہ کر دیا۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم شہید ہو گئے ہیں حضرت مالک نے یہ بات سُنی۔ تو اس وقت آخری کھجور ان کے ہاتھ میں تھی۔ انہوں نے کہا۔ کہ عمر جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خدا تعالےٰ کے حضور پہنچ چکے ہیں۔ تو ہم نے یہاں رہ کر کیا کرنا ہے۔ جہاں آپ گئے۔ وہیں ہمیں پہنچنا چاہیئے۔ خدا کی قسم۔ میرے اور جنت کے درمیان اس کھجور کے سوا اور کوئی چیز نہیں۔ یہ کہتے ہوئے اس کھجور کو پھینک دیا۔ اور تلوار لے کر میدان میں جا گھسے۔ دایاں ہاتھ کاٹا گیا۔ تو بائیں سے تلوار پکڑ کر لڑتے رہے۔ وہ بھی کٹ گیا۔ تو منہ میں پکڑ لی۔ اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ اور جنگ کے بعد جب دیکھا گیا۔ تو جسم پر ستر زخم تھے۔ اور جسم کے کئی ٹکڑے کٹ کر الگ ہو گئے تھے مفسرین نے لکھا ہے۔ کہ یہ آیت منھم من قضٰی نحبہٗ انہی کے متعلق تھی۔ گو یہ درست نہیں۔ بلکہ یقیناً یہ آیت اور بہت سے صحابہ رضؓ کے متعلق بھی تھی۔ مگر اس میں کیا شُبہ ہے۔ کہ یہ صحابی اس کے اولین مستحقین میں سے تھے۔

پھر اسی احد کا اسی قسم کا ایک اور واقعہ ہے۔ لوگ جب مرنے لگتے ہیں۔ جب اپنا آخری وقت دیکھتے ہیں۔ تو اگر کوئی سامنے آئے۔ تو یہی کہتے ہیں۔ کہ ہمارے گھر والوں کو سلام کہنا۔ اس اس طرح ہمارے دکھ اور غم کا ان سے اظہار کرنا۔ لیکن جنگ احد میں جب صحابہ رضؓ کو دوبارہ فتح ہوئی تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ کہ جاؤ دیکھو۔ کون کون شہید یا زخمی ہوئے ہیں۔ ایک صحابی کا بیان ہے کہ میں نے تلاش کرتے ہوئے مدینہ کے ایک انصاری کو دیکھا۔ کہ بُری طرح زخمی ہے۔ اور نزع کی حالت میں ہے۔ میں نے اسے سلام کہا۔ اور پوچھا۔ کہ کوئی پیغام چاہو۔ تو دے دو۔ یہ سُنکر اس کے چہرے پر خوشی کے آثار ظاہر ہوئے۔ اور اس نے کہا۔ میں اسی انتظار میں تھا۔ کہ کوئی بھائی ادھر آ نکلے۔ تو اس کے ذریعہ پیغام بھجواؤں۔ سو تم آ گئے ہو۔ اب میرے ہاتھ میں ہاتھ دے کر وعدہ کرو۔ کہ میرا یہ پیغام ضرور پہنچا دوگے۔ اور ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا۔ کہ میرے رشتہ داروں سے کہنا۔ کہ جب تک ہم زندہ تھے۔ خدا تعالیٰ کی امانت یعنی رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جو ہمارے سپرد تھی۔ اسکی اپنی جانوں سے حفاظت کرتے رہے۔ اب ہم دنیا سے جاتے ہیں۔ اور یہ امانت اب تمہارے سپرد ہے۔ اور میری آخری وصیت تم کو یہ ہے۔ کہ رسول کریم صؐ کے وجود کی قدر کرنا اور اپنی جانوں کو قربان کر کے آپ کی حفاظت کرنا۔ دیکھو اس وقت اس صحابی کو یہ فکر نہیں ہؤا۔ کہ میری اولاد اور رشتہ داروں کو روٹی دے کر زندہ کون رکھے گا۔ بلکہ یہ فکر تھا۔ کہ وہ اس موت سے نہ بھاگیں۔ جو ہم نے قبول کی ہے۔ اب بتاؤ۔ کونسا ایسا ملک اور کونسی ایسی قوم ہے۔ جو کوئی ایک مثال بھی ایسی پیش کر سکے۔ یہ تین واقعات ہی ایسے ہیں۔ کہ دنیا کی تاریخ کے تمام صفحات بھی ان کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ حالانکہ دنیا کی تاریخ ہزاروں سالوں ہزاروں قوموں اور ہزاروں لڑائیوں اور کروڑوں فوجیوں پر پھیلی ہوئی ہے۔ اور صحابہ کی چھوٹی سی جماعت میں ایسی ہزاروں مثالیں ہیں۔ دراصل ایسی قربانیاں ہی ہیں۔ جو قوموں کو بڑھاتی ہیں۔ غرض اس

جنگ نے ہمیں یہ سبق دیا ہے

کہ دنیا فانی ہے۔ صرف خدا تعالیٰ کی ذات ہی غیر فانی ہے۔ اور اسی سے تعلق پیدا کرنا انسان کے لئے نفع مند ہو سکتا ہے۔ باقی دنیوی جاہ و جلال اور جائیدادو اموال کی کوئی حیثیت نہیں۔ دیکھ لو۔ یہودیوں کے پاس کتنی جائیدادیں تھیں۔ مگر ہٹلر نے حکم دیا۔ اور سب کی سب ضبط ہو گئیں۔ پس اس جنگ نے ہمیں یہ سبق دیا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کی راہ میں اور قربانیاں کریں۔ اگر دنیاوی امن کے لئے ایسی عظیم الشان قربانیاں کی جاتی ہیں۔ جیسا کہ ان جنگوں میں محبان وطن کر رہے ہیں۔ تو خدا تعالےٰ کی خاطر قربانیوں کا معیار کس قدر بلند ہونا چاہیئے۔ اور جو یہ قربانیاں نہیں کرتے۔ وہ کس طرح دعوےٰ کر سکتے ہیں۔ کہ انہیں خدا تعالےٰ سے محبت ہے۔ پس یہ حالات قربانی میں کمی کے بجائے اضافہ کا موجب ہونے چاہئیں۔

یاد رکھو۔ کہ یہ تحریک خدا تعالےٰ کی طرف سے ہے۔ اسلئے وہ اسے ضرور ترقی دے گا۔ اور اسکی راہ میں جو روکیں ہوں گی۔ ان کو بھی دور کر دے گا۔ اور اگر زمین سے اس کے سامان پیدا نہ ہوں گے۔ تو آسمان سے خدا تعالیٰ اسکو برکت دے گا۔ اور مبارک ہیں وہ جو بڑھ بڑھ کر اس تحریک میں حصہ لیتے ہیں کیونکہ ان کا نام ادب اور احترام سے اسلام کی تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہے گا۔ اور خدا تعالےٰ کے دربار میں یہ لوگ خاص عزت کا مقام پائیں گے۔ کیونکہ انہوں نے خود تکلیف اٹھا کر دین کی مضبوطی کے لئے کوشش کی۔ اور ان کی اولادوں کا اللہ تعالیٰ خود متکفل ہوگا۔ اور آسمانی نور ان کے سینوں سے ابل کر نکلتا رہے گا۔ اور دنیا کو روشن کرتا رہے گا۔ میں ان الفاظ کے ساتھ اس

چھٹے سال کی تحریک کا اعلان

کرتا ہوں۔ اور اس کے لئے وعدہ کی آخری تاریخ ۳۱ر جنوری ۱۹۴۰ء مقرر کرتا ہوں۔ اور جن لوگوں نے ابھی گذشتہ سال کا چندہ ادا نہیں کیا۔ یا جن کے ذمہ بقائے ہیں۔ ان کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ ادائیگی کی طرف جلد متوجہ ہوں۔ کیونکہ بوجھ جتنا زیادہ ہوتا جائے گا۔ اتنا ہی دل پر زنگ لگتا جائے گا۔ اور ادائیگی میں اتنی ہی مشکل پیدا ہوتی جائیگی۔ اللہ تعالےٰ تمہارے ساتھ ہو۔ اور تمہارے دلوں میں دین کی خدمت کے لئے خود الہام کرے۔ اور اعلےٰ قربانیوں کی تم کو توفیق دے۔ اللّٰھم اٰمین۔ واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین۔

جوبلی فنڈ اور عہدیداران جماعتہائے مقامی کا فرض

احباب جماعت کو معلوم ہے۔ کہ امسال جلسہ سالانہ پر خلافت جوبلی منائی جائیگی۔ جس میں اب ایک مہینے سے کم عرصہ باقی رہ گیا ہے۔ اس عرصہ میں مجوزہ رقم تین لاکھ کا پورا کیا جانا ضروری ہے۔ جوبلی فنڈ کی وصولی اب تک قریبًا دو لاکھ تک ہوئی ہے۔ اسلئے عہدیداران جماعتہائے مقامی کا فرض ہے۔ کہ نہایت سرگرمی کے ساتھ مزید وعدے لیں۔ اور وصولی کریں۔ جن احباب نے اپنی حیثیت سے کم چندہ دیا ہے۔ ان سے مزید رقم وصول کریں۔ اور جلد مرکز میں بھجوائیں۔ عہدیداران جماعتہائے مقامی کو چاہیئے۔ کہ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے ہر ممکن جدوجہد کریں۔ اور ہر ممکن تدبیر کو استعمال میں لائیں۔ (ناظر بیت المال)

چندہ جلسہ سالانہ فوراً بھجوا دیا جائے

انتظامات جلسہ سالانہ نہایت سرعت سے کئے جا رہے ہیں۔ جس کے لئے روپیہ کی اشد ضرورت ہے۔ وقت بہت تھوڑا رہ گیا ہے۔ منتظمین جلسہ کا روپیہ کے لئے سخت مطالبہ ہو رہا ہے۔ لہٰذا احباب اور عہدیداران جماعت کو چاہیئے۔ کہ چندہ جلسہ سالانہ فوراً وصول کر کے مرکز میں بھجوایا جاوے۔ نیز ہر ایک شخص سے ایک ماہ کی آمد پر پندرہ فی صدی شرح سے وصول کیا جانا چاہیئے۔ اس سے کم شرح سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مجلس خدام الاحمدیہ کے سالانہ انتخاب کے قوانین

چونکہ اب سال ختم ہو رہا ہے۔ اور سابقہ عہدیداران کی میعاد قریب اختتام ہے۔ اور نئے عہدیداران کا انتخاب ماہ دسمبر میں ہوگا۔ لہٰذا احباب کی اطلاع کے لئے دستور اساسی و قواعد وضوابط مجلس خدام الاحمدیہ کی دفعات از ۹۵ تا ۱۱۱ کا اقتباس جو انتخاب کے متعلق قوانین پر مشتمل ہے۔ درج ذیل کیا جاتا ہے تاکہ ان قواعد کی پابندی سے انتخاب سالانہ عمل میں لایا جاوے۔

تقرر عہدیداران

ا۔ بذریعہ نامزدگی۔ (ب) بذریعہ انتخاب۔

ا۔ بذریعہ نامزدگی۔

۹۵ مندرجہ ذیل عہدوں پر صدر مجلس ہذا مناسب آدمیوں کا تقرر کرے گا۔ صدر کو اختیار ہوگا۔ کہ جب چاہے عہدیداروں کو تبدیل کردے۔

(۱) نائب صدر (۲) نائب سکرٹری (۳) مہتمم مال (۴) مہتمم تربیت و اصلاح (۵) مہتمم ایثار و استقلال (۶) مہتمم وقار عمل (۷) مہتمم ذہانت وصحت جسمانی (۸) مہتمم اطفال (۹) مہتمم خدمت خلق (۱۰) مہتمم کار خاص (۱۱) مہتمم تجنید۔ (۱۲) مہتمم تعلیم (۱۳) مہتمم اشاعت۔ (۱۴) محاسب۔

۹۶۔ سائق نامزد کرنا۔ قائد مقامی کے اختیار میں ہوگا۔

(ب) بذریعہ انتخاب۔

۹۷۔ مجلس مرکزیہ کے صدر و جنرل سکرٹری کا انتخاب ہوگا۔ جن کے لئے قادیان کا مقیم ہونا ضروری ہے۔

۹۸۔ عہدیداران مجلس مقامی کا تقرر بذریعہ انتخاب ہوگا۔

۹۹۔ عہدیداران مجالس حلقہ جات کا تقرر بذریعہ انتخاب ہوگا۔

طریق انتخاب عہدیداران مجالس وحلقہ وحزب

۱۰۰۔ مجلس عاملہ مقامی وحلقہ ہائے مجلس عاملہ مقامی کے عہدیداروں کا انتخاب مجالس عاملہ مقامی وحلقہ اپنے اپنے دائرہ میں ہر سال ماہ دسمبر میں کرینگی۔ اور اگر کسی وجہ سے یہ انتخاب دسمبر میں نہ ہو سکے۔ تو مجلس مرکزیہ کی اجازت سے کسی اور وقت میں بھی ہو سکتا ہے۔ اور جب تک نیا انتخاب منظور نہ ہو۔ عہدیداران ماقبل ہی اپنے عہدوں پر قائم رہیں گے۔

۱۰۱۔ یہ انتخاب بذریعہ ووٹ ہوگا۔ اور علانیہ ہوگا۔ (مثلاً ہاتھ کھڑا کرکے) کسی رکن کو یہ اجازت نہ ہوگی۔ کہ وہ انتخابات میں اپنے لئے یا کسی غیر کے لئے اشارۃً یا وضاحتاً پروپیگنڈا کرے۔

۱۰۲۔ پروپیگنڈا کرنے والا سخت سزا کا مستحق ہوگا۔

۱۰۳۔ ان انتخابات میں جنبہ دارانہ جذبہ سے کام لینا بہت معیوب ہوگا۔

۱۰۴۔ مجلس مقامی کے عہدیداران کی فہرست صدر کے سامنے آئے گی۔ صدر ہر مقام کے عہدیداران کا انتخاب رد کر سکتا ہے۔

۱۰۵۔ صرف ان اراکین کو ہی رائے دہی کا حق حاصل ہوگا۔ جو کم از کم ایک مہینہ قبل مجلس کے رکن بن چکے ہوں گے۔

مجلس عاملہ حلقہ

۱۰۶۔ مجلس عاملہ حلقہ اپنے عہدیداران کا انتخاب کرکے مجلس مقامی کی وساطت سے صدر مجلس کو برائے منظوری بھیجے گی۔

۱۰۷۔ مجلس عاملہ مقامی مدینۃ المسیح اور مجلس عاملہ حلقہ ہائے مدینۃ المسیح ایک جنرل اجلاس میں جو دسمبر کے پہلے ہفتہ میں منعقد ہوگا۔ صدر اور جنرل سکرٹری کے عہدہ کے لئے دو دو ناموں کی تعیین کریں گی۔

۱۰۸۔ ان ناموں کو عالمگیر مجلس عامہ کے سالانہ اجلاس میں جو جلسہ کے موقعہ پر ہوگا۔ پیش کیا جائے گا۔

۱۰۹۔ جن امیدواران کے حق آراء کی اکثریت ہوگی۔ ان کے نام منظوری کے لئے حضرت امیر المؤمنین کی خدمت میں پیش کئے جائیں گے۔

۱۱۰۔ اکثریت سے مراد کل حاضر اراکین کا اکیاون فی صدی ہے۔

(۱۱۱) نئے عہدیداران ۱۴ فروری سے کام

جماعت احمدیہ ویرووال اور اہلحدیث میں مباہلہ

ویرووال افغاناں ضلع امرتسر میں شرائط مباہلہ مولوی دل محمد صاحب احمدی مبلغ کی معرفت اہلحدیث کے نمائندہ فضل خاں صاحب سے طے ہو چکی ہیں۔ جنہیں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے منظور فرمالیا ہے۔ مباہلہ ۸ دسمبر بروز جمعہ بعد نماز جمعہ ہوگا۔ فریقین کے نمائندے بدھ۔ جمعرات اور جمعہ تین دن اپنے اپنے عقائد کی صداقت پر تقریر کریں گے جو نو بجے صبح سے گیارہ بجے تک ہوا کرینگی فریقین کم از کم دس دس آدمی مع اہل و عیال شریک ہوں گے۔

جلسہ سالانہ میں تجارتی نمائش

احباب کو معلوم ہے۔ کہ گذشتہ چند سال سے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر ایک تجارتی نمائش کا مختصر پیمانہ پر انتظام کیا جاتا رہا ہے۔ جس سے قادیان اور بیرونجات کے احمدی اور معاہد تجار اور صناع کو موقعہ دیا جاتا ہے۔ کہ وہ اپنی اپنی تجارتی اشیاء اور مصنوعات پبلک کے سامنے پیش کریں۔ جس سے فروختنی اشیاء کا نکاس بھی ہو۔ اور پبلک میں تجارتی اور صنعتی دلچسپی بھی پیدا ہو۔ اب بھی اس سال جلسہ سالانہ اور جوبلی کے موقعہ پر ایسی تجارتی نمائش گاہ قائم کی جائے گی۔ تاجر اور پیشہ دار احباب سے امید کی جاتی ہے۔ کہ وہ قابل نمائش تجارتی اشیاء و مصنوعات کی فہرست ۱۵ دسمبر ۱۹۳۹ء سے پہلے پہلے نظارت امور عامہ میں بھیج دیں۔ اور اگر وہ اپنے لئے کوئی جگہ نمائش گاہ میں مخصوص کرانا چاہتے ہوں۔ تو اس کے لئے بھی ۱۵ دسمبر تک درخواستیں بھیجیں۔ مزید تفصیلات بذریعہ خط و کتابت طے کریں۔ (ناظر امور عامہ)

محافظ اولاد

مرض اٹھرا یعنی بچوں کا مردہ پیدا ہونا یا وقت سے پیشتر حمل کا گر جانا۔ اس کا علاج ہماری دوا "محافظ اولاد" ہے۔ علاوہ ازیں حاملہ عورتوں کی کمزوری و دیگر زنانہ امراض کے لئے بھی یہ دوا بہت مفید ہے۔ اس کے استعمال سے بچے محفوظ پیدا ہوتے ہیں۔ اور ماں کی چھاتی میں دودھ کثرت سے آتا ہے۔ قیمت تین روپے۔

حفسم

خونی و بادی بواسیر کے لئے "حفسم" بہترین دوا ہے۔ جس کے استعمال سے بہت سے لوگوں کو بفضلہ تعالےٰ شفا ہوئی ہے۔

اس کے حیرت انگیز اثر کے متعلق لوگوں کی تحریریں۔ دائیں ہمارے پاس موجود ہیں۔ قیمت عہ/ دو روپے۔

علاج گردہ

گردہ کی درد۔ مثانہ میں پتھری اور پیشاب کا رک رک کر آنا ایسی شکایتوں میں اس دوا کا استعمال بہت مفید ہے۔ اس کے استعمال سے پیشاب کے ساتھ پتھری پگھل کر نکل جاتی ہے۔ بفضلہ تعالےٰ بہت آدمی اس سے فائدہ اٹھا چکے ہیں۔ قیمت تین روپے آٹھ آنہ

بغیر اپریشن موتیا بند کا علاج

موتیا بند اتر چکا ہو۔ یا اتر رہا ہو۔ اس دوائی سے انشاء اللہ فائدہ ہوگا۔ اگر اپریشن ہو چکا ہو۔ تو اس دوائی کے استعمال سے عینک کی ضرورت نہیں رہتی۔ دوائی کھانے کی اور آنکھ میں ڈالنے کی ہے۔ قیمت للعہ/ روپے۔

ڈاکٹر محبوب الرحمٰن بنگالی ایم۔ بی۔ ایچ
بنگال ہومیو فارمیسی قادیان